جلد 3 شمارہ 2 اپریل 2001ء ذوالحجۃ 1421ھ
(الرعد)
قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ۭ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ
آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو یہی حکم ہوا ہے کہ بندگی کروں اللہ کی اور شریک نہ کروں اس کا۔ اسی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف میرا ٹھکانہ ہے۔
اللہ
عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح وفلاح کا علمبردار
ماہنامہ
فلاحِ آدمیت
گوجرانوالہ
سلسلہ عالیہ توحیدیہ
مرکز تعمیر ملت جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

ماہنامہ گوجرانوالہ

فلاح

آدمیت

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

محمد صدیق ڈار توحیدی صاحب

جلد 3 شمارہ 2 اپریل 2001ء ذوالحجہ 1421ھ

قیمت ———— -/15 روپے

سالانہ فنڈ ———— -/150 روپے

شیخ سلسلہ سے رابطہ کیلئے:
محمد صدیق ڈار توحیدی
کاشانہ توحیدیہ نوکھر ضلع گوجرانوالہ
Ph:0431-268424

ایڈیٹر سے رابطہ کے لئے:
عبدالقیوم ہاشمی
تھانہ روڈ گکھڑ ضلع گوجرانوالہ
Ph:0431-260734

پبلشر عامر رشید انصاری نے المعراج پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

Fax: No. +92-431-255519
E-mail: toheddia@hotmail.com

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

اس شمارے میں

اداریہ

اس وقت ملت اسلامیہ جس کڑے اور آزمائشی دور سے گذر رہی ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اللہ کے فضل سے گذشتہ دو دہائیوں سے مسلمانوں میں جہاد کا جذبہ زندہ ہو گیا ہے جس کی بدولت روس کی شکست و ریخت اور کشمیر کے مسئلے کے حل کے لئے عالمی بے چینی پیدا ہو چکی ہے۔ افغانستان اور کشمیر میں جہادی بیداری میں پاکستانی مسلمانوں کی شمولیت اور کردار بے مثل و بے مثال ہے۔ یقیناً یہ صورتحال مسلمانوں میں اسلامی تعلیمات کی طرف دوبارہ رجوع کرنے ہی سے پیدا ہوئی ہے۔ یہ سب پاکستان میں مختلف جہادی و تبلیغی جماعتوں کی شب و روز محنت ہی کا نتیجہ ہے۔ الحمد للہ پاکستان کی ان اسلامی جماعتوں کی مجموعی افرادی قوت پچیس (25) تیس (30) لاکھ سے کسی طرح بھی کم نہیں۔ اس سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ پاکستانی عوام اسلام کے شیدائی ہیں اور اسلامی طرز حیات کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار ہیں۔

دوسری طرف حالات کا جائزہ لیں تو پاکستانی بحیثیت مسلمان اللہ کے احکامات کی صریح نافرمانی بھی کر رہے ہیں اور یہی ہماری ناکامی کی وجہ بھی ہے۔

☆۔ ہمارے گھروں میں بھارتی اور مغربی نشریات کیبل اور ڈش کے ذریعے ہر شخص کی سوچ کو بدل رہی ہیں اور ہماری تبلیغی و اصلاحی کوششوں کو سبوتاژ کر رہی ہیں۔

☆۔ اسلام میں شراب حرام ہے مگر ہمارے ہاں ہپی نیو ائیر اور بسنت میلوں پہ ہی سال بھر کی کسر پوری کر دی جاتی ہے۔

☆۔ بسنت میلوں کی رسم ہر شہر میں پہنچ چکی ہے اور ترتیب وار ایک ایک ہفتے کے وقفے سے لاہور سے شروع ہو کر راولپنڈی تک پہنچتی ہے اور اسے ثقافت کا نام دیکر کروڑوں اربوں روپیہ فضول اور بے معنی انداز میں خرچ کیا جاتا ہے جب کہ قرآن فضول خرچ شخص کو شیطان کے بھائی کا لقب دیتا ہے جو کہ اللہ کی ناپسندیدگی کا واضح اشارہ ہے۔

کیا اسلام ہمیں کشمیر میں جہاد کا حکم دیتا ہے اپنے ملک میں خواہ صریحاً اللہ کے احکامات کی نافرمانی ہو رہی ہو' ایسا ہرگز نہیں۔ پاکستان سخت بے چینی اور بے امنی میں مبتلا ہے کیونکہ اگر ہم اللہ کے کچھ احکامات پہ عمل کر رہے ہیں تو کئی احکامات سے چشم پوشی بھی تو کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھوک اور خوف اس قوم کا اوڑھنا بچھونا بنا ہوا ہے۔

ہماری اصلاحی اور جہادی تنظیموں کا یہ کہنا کہ ہم اسلامی ریاست کے حکمرانوں سے جھگڑا کر کے

بھارت اور دیگر اسلام دشمن ممالک کو فائدہ نہیں پہنچانا چاہتے بالکل بجا ہے۔ مگر جس طرح حکومت وقت نماز و زکواۃ اور امربالمعروف اور نہی عن المنکر سے غافل ہے اس طرف انہیں قائل کرنا اور اس کے نفاذ کی جانب بھی تو کوئی قدم اٹھایا جانا چاہیے۔ پولیس اور عدالتوں میں لوگوں کے ساتھ بے انصافی کے خاتمہ کے لئے بھی تو کسی اسلامی و جہادی تنظیم کو اپنا اثر و رسوخ استعمال کرنا چاہئے۔ عوام کی زندگی مہنگائی سے اجیرن کرنے اور حکام کی ذاتی زندگی پر آسائش ہونے پر بھی تو کوئی جہادی و منظم کوشش ہونی چاہئے۔ ثقافت کے نام پہ الیکٹرانک میڈیا پہ فحاشی کے پھیلاؤ پہ کون ہے جس نے جہاد کی بات کی ہو۔ غریب عورت کی عصمت دری پہ کتنے لیڈر ہیں جنھوں نے حکومت سے رسمی ملاقات کی ہو یا اخباری بیان ہی دیا ہو یا انصاف کے لئے کوئی دباؤ ڈالا ہو۔

یاد رہے کہ اس دنیا کے حقائق اور مسائل حقیقت پہ مبنی ہیں اور ان کا حل بھی عملی اور حقیقت پسندی سے ہی ہو سکتا ہے۔ چشم پوشی اور ٹال مٹول سے ہرگز نہیں۔ جہاد و اصلاح کا آغاز ہماری اپنی ذات، گھر، محلہ اور شہر سے بڑھتے ہوئے پورے ملک تک ہونا چاہئے۔ ملک پاکستان اگر ہماری جہادی کوششوں سے محروم رہا تو باہر کے مسلمانوں کو حقیقی اسلامی ثمرات بھی پوری طرح نہیں مل سکتے۔

یقین کیجئے دنیا اس وقت بہت بے چین ہے اور ایک مکمل روحانی اور قلبی سکون پہ مشتمل معاشرہ کی تلاش میں ہے۔ بحیثیت مسلمان ہم ابھی تک ایسے اسلامی نظام معاشرت کا نمونہ موجودہ دنیا کو پیش نہیں کر سکے۔ ہماری پہلی کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ہم پاکستان کو حقیقتاً "اسلامی فلاحی ریاست بنائیں۔ اگر یہ کام ہو گیا تو بے چین اقوام خود کو اسلامی معاشرت میں ڈھالنے میں دیر نہیں کریں گی انشاء اللہ۔ جذبہ جہاد اور جذبہ شہادت کے پیچھے بھی یہی سوچ اور فکر پروان چڑھنی چاہئے کہ تمام باطل نظام ہائے زندگی پہ اسلامی نظام زندگی کی برتری کو ثابت کیا جائے۔ ہر فرد کا اسلامی جہاد یہی ہے کہ وہ دنیا میں جہاں کہیں بھی ہو اور کسی بھی شعبہ زندگی سے تعلق رکھتا ہو اسلامی نظام زندگی کی داغ بیل کے لئے اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے جدوجہد کرے۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ موجودہ مسلمانوں کی ٹوٹی پھوٹی کاوشوں کو قبول فرمالیں اور جن احکامات سے غفلت ہو رہی ہے ان کی طرف رجوع کرنے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائیں اور اسی سے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی ترویج و ترقی کا آغاز فرمادیں۔ آمین یا رب العالمین۔

(والسلام۔ عبدالقیوم ہاشمی)

(قاضی حلیم فضلی)

رشوت اور سفارش

یاایھاالذین امنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل

ترجمہ! اے لوگو! جو ایمان لائے ہو آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ

وقال اللہ تعالیٰ

ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بھا الی الحکام لتاکلوا فریقا من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون O

ترجمہ! اور تم لوگ نہ تو آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے کھاؤ اور نہ حاکموں کے آگے ان کو اس غرض کے لئے پیش کرو۔ کہ تمہیں دوسروں کے مال کا کوئی حصہ قصداً" ظالمانہ طریقے سے کھانے کا موقع مل جائے۔

قرآن حکیم کی مذکورہ آیات میں لفظ باطل فرما کر تمام ناجائز طریقوں سے حاصل کئے ہوئے مال کو حرام قرار دیا ہے۔ حرام مال کھانے کا ایک ذریعہ رشوت خوری ہے۔ رشوت اس مال کو کہتے ہیں جو اپنے موافق حکم کرنے کے لئے دیا جائے یا حاکم کو کچھ نذرانہ دینا کہ وہ اس کے موافق فیصلہ کرے یا کسی اور شخص کو کوئی ناحق کام کرانے کے لئے کچھ دینا یا جو شخص کسی خدمت کا معاوضہ پاتا ہو وہ اس خدمت کے سلسلے میں ان لوگوں سے کسی نوعیت کا فائدہ حاصل کرے جو اس خدمت سے متعلق ہوں خواہ وہ لوگ برضا و رغبت اسے وہ فائدہ پہنچائیں یا مجبوراً" یا ناحق کارسازی کے لئے دیا جائے۔

شریعت اسلامیہ نے رشوت کو بالکل حرام اور ممنوع قرار دیا ہے جیسا کہ مذکورہ آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ رشوت کے ساتھ ساتھ حضور اکرم ﷺ نے تو حکام کو تحفے تحائف اور ہدیے پیش کرنے اور حکما کو ان کے قبول کرنے سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آپ ؐ نے فرمایا۔

ھدایا العمال غلول

ترجمہ! "عمال جو ہدیے وصول کرتے ہیں۔ یہ خیانت ہے"

حدیث مبارک میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابن اللبتہ نامی ایک شخص کو قبیلہ ازد پر عامل

بنا کر بھیجا۔ جب وہ وہاں سے سرکاری مال لے کر پلٹا تو بیت المال میں داخل کرتے وقت اس نے کہا کہ یہ تو ہے سرکاری مال اور یہ ہدیہ ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔ اس پر حضور ﷺ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔

"تم میں سے ایک شخص کو اس حکومت کے کام میں جو اللہ نے میرے سپرد کی ہے۔ عامل بنا کر بھیجتا ہوں تو وہ آ کر مجھ سے کہتا ہے کہ یہ تو ہے سرکاری مال اور یہ ہدیہ ہے جو مجھے دیا گیا ہے اگر یہ سچ ہے کہ لوگ خود بخود ہدیے دیتے ہیں تو کیوں نہ وہ اپنے ماں باپ کے گھر بیٹھا کہ اس کے ہدیے وہیں پہنچتے رہے"

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"جس شخص کو ہم کسی سرکاری خدمت پر مقرر کریں اور اسے اس کام کی تنخواہ دیں وہ اگر اس تنخواہ کے بعد اور کچھ وصول کرے تو یہ خیانت ہے"

رشوت لینے اور دینے والے دونوں کے لئے رشوت کی سزا جہنم بتائی گئی ہے۔ فرمایا

الراشی والمرتشی فی النار

ترجمہ! "رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا دونوں جہنم میں ہوں گے"

ایک اور مقام پر دونوں کو ملعون قرار دیا گیا ہے۔ فرمایا۔ رشوت لینے والے، رشوت دینے والے اور ان کے درمیان معاملہ طے کرنے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے"

حرام مال کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص حرام کا مال کھاتا ہے اس میں برکت نہیں دی جاتی، اس کا صدقہ قبول نہیں کیا جاتا اور جو کچھ وہ پیچھے چھوڑتا ہے وہ اس کے لئے دوزخ کا ایندھن بنا دیا جاتا ہے ایک اور حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا۔ "جس قوم میں سود پھیل جائے وہ قحط اور گرانی کی مصیبت میں ڈال دی جاتی ہے اور جس قوم میں رشوتیں پھیل جائیں اس پر رعب ڈالا جاتا ہے، یعنی بزدل ہو جاتی ہے"

اپنے کسی ذاتی کام کے لئے بطور رشوت کوئی ہدیہ کسی کو دینا بھی اکل حرام میں شمار ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ کسی آدمی نے کسی سے اپنی حاجت پوری کرنے کو کہا اور اس نے اس کی حاجت پوری کر دی اور دوسرے نے ہدیہ بھیجا اور اس نے قبول کر لیا تو یہ حرام ہے"

رشوت و ہدیہ وصول نہ کرنے کے بارے میں اسلام کا ایک ضابطہ ہے اور اس کے تحت وہ کسی

کو یہ وصول کرنے کی کسی صورت میں بھی اجازت نہیں دیتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔

"جو شخص ہمارا عامل ہے وہ شادی کے اخراجات بیت المال سے حاصل کرے اور اگر اس کا نوکر نہ ہو تو اس کے لئے بھی وہ بیت المال سے رجوع کرے۔ اگر رہنے کے لئے اس کا گھر نہ ہو تو اس کا انتظام بھی حکومت کے ذمہ ہے۔ اس کے علاوہ وہ جو کچھ بھی حاصل کرے گا یہ خائن ہے یا چور ہے"

یہی حکم ان اولیان امر کا ہے جو معاملات میں ہدیہ اور تحفے لے کر کسی کی امداد و اعانت کریں مثلاً" بیع و شراء' مواجرۃ' مضاربت' مساقات اور مزارعہ وغیرہ اس قسم کے معاملات میں کسی قسم کا بھی ہدیہ اور تحفہ لے کر کام کریں تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں رشوت خوری کے لئے سخت سزا مقرر کر رکھی تھی تاکہ اس کا پوری طرح سدباب ہو جائے۔ نیز رشوت کی روک تھام کے لئے انہوں نے قاضیوں اور دوسرے انتظامی ملازمین کی بڑی بڑی تنخواہیں مقرر کیں۔

دوسروں کے حقوق غضب کرنے کا ایک طریقہ سفارش ہے جس کے لئے قرآن حکیم میں شفاعت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ قرآن حکیم میں ہے۔

من یشفع شفاعه حسنه یکن له نصیب منها و من یشفع شفاعه سیئه یکن له کفل منها

ترجمہ! جو کوئی سفارش کرے نیک بات میں اس کو اس میں حصہ ملے گا اور جو کوئی سفارش کرے بری بات میں اس کو اس میں سے حصہ ملے گا

اس آیت کریمہ میں شفاعت کی ۲ قسمیں بیان کی گئی ہیں' ایک یہ کہ جائز اور حق مطالبے کے لئے سفارش کی جائے جب مطالبہ کرنے والے بوجہ کمزوری خود بڑے لوگوں تک نہیں پہنچ سکتا۔ تو یہ ایک اچھا کام ہے اور جائز ہے۔ لیکن اگر خلاف حق کے لئے سفارش کی جائے یا دوسروں کو اس کے قبول کرنے پر مجبور کیا جائے تو یہ ناجائز سفارش ہے۔ اس لئے جو شخص کسی کے جائز حق اور جائز کام کے لئے سفارش کرے گا تو اسے اس کا ثواب ملے گا اور جو کسی ناجائز کام کے لئے سفارش کرے گا تو اسے اس کا عذاب ملے گا۔ چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ "جس نے کسی کی سفارش کی اور اس پر اسے کوئی ہدیہ دیا اور اس نے قبول کر لیا تو وہ سود کے شعبوں میں سب سے بڑے سود کا مرتکب ہوا"

ایک اور حدیث میں آپ ؐ نے فرمایا۔
"جو شخص اپنی سفارش کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی حدود (سزاؤں) میں سے کسی حد کے نفاذ کو روک دیتا ہے۔ وہ گویا اللہ تعالیٰ کے قانون کی مخالفت کرتا ہے"

بخاری شریف کی ایک اور روایت میں ہے کہ قریش کو ایک مخزومی عورت کا بہت خیال تھا۔ جس نے چوری کی تھی۔ لوگوں نے کہا کہ کون رسول اللہ ﷺ سے اس کی سفارش کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ کے محبوب حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے سوا کون اس کی جرات کر سکتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں گفتگو کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

"تم اللہ کی حدود میں سفارش کرتے ہو" پھر آپ ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے اور خطبہ دیا اور فرمایا۔

"اے لوگو! تم سے پہلی قومیں اس لئے ہلاک ہو گئیں کہ جب کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تو وہ لوگ اسے چھوڑ دیتے تھے اور جب کوئی کمزور چوری کرتا تو وہ اس پر حد جاری کرتے اور قسم ہے خدا کی کہ اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتیں تو محمد ﷺ ان کے بھی ہاتھ کاٹ ڈالتے"

حضرت امام مالک ؒ اپنی موطا میں روایت کرتے ہیں کہ ایک جماعت نے ایک چور کو پکڑ لیا۔ تاکہ اسے حضرت عثمان ؓ تک پہنچا دیں۔ راستہ میں حضرت زبیر ؓ ملے۔ لوگوں نے ان سے درخواست کی حضرت عثمان ؓ سے آپ اس کی سفارش کر دیں۔ حضرت زبیر ؓ نے فرمایا۔

"جب حدود کا معاملہ سلطان تک پہنچ جائے تو اللہ تعالیٰ سفارش کرنے والے پر اور جس کے لئے سفارش کی جائے اس پر لعنت بھیجتا ہے"

الغرض آج کی دنیا میں سارے فسادات کی جڑ رشوت خوری اور سفارش ہیں۔ جب تک حرام مال سے مسلمان اپنے آپ کو نہ بچائیں ان کی باقی عبادات اور معاملات بھی قابل قبول نہیں ہو سکتیں۔ چنانچہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ پرائے مال اور پرائے حق کی مغفرت اور بخشش نہیں ہو سکتی جب تک صاحب مال اور صاحب حق معاف نہ کر دے۔

اسی لئے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

"جس کے پیٹ میں چنے کے برابر بھی حرام مال ہو تو اس کی نماز قبول نہیں ہوتی"

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہر گناہ بالخصوص رشوت خوری اور ناجائز سفارش کی لعنت سے نجات دلائے۔ (آمین)

درس حدیث

(رانا محمد اعجاز)

عن ابی هریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی مرۃ واحدہ صلی اللہ علیہ عشرا

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو بندہ مجھ پر ایک دفعہ صلوۃ بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار صلوۃ بھیجتا ہے۔

اس حدیث مبارکہ میں درود و سلام کی امتیازی خاصیت، فضیلت اور اہمیت کو بیان کیا گیا ہے۔ درود شریف کی امتیازی خاصیت یہ ہے کہ خلوص دل سے اس کی کثرت، خدا تعالیٰ کی خاص نظر رحمت رسول اللہ ﷺ کے روحانی قرب اور آپ ﷺ کی خصوصی شفقت و عنایت حاصل کرنے کا خاص الخاص وسیلہ ہے۔ درود و سلام اگرچہ رسول کریم ﷺ کے حق میں خدا تعالیٰ سے ایک دعا ہے لیکن جس طرح کسی دوسرے کے لئے دعا کرنے کا اصلی مقصد اس کو نفع پہنچانا ہوتا ہے اسی طرح رسول پاک ﷺ پر درود سلام بھیجنے کا مقصد آپ ﷺ کی ذات کو نفع پہنچانا نہیں ہوتا۔ ہماری دعاؤں کی آپ ﷺ کو قطعاً ضرورت نہیں بلکہ جس طرح خدا تعالیٰ کا ہم بندوں پر حق ہے کہ اس کی عبادات اور حمد و تسبیح کے ذریعہ اپنی عبدیت اور عبودیت کا نذرانہ اس کے حضور پیش کریں اور اس سے خدا تعالیٰ کو کوئی نفع نہیں پہنچتا بلکہ وہ خود ہماری ضرورت ہے اور اس کا نفع ہم کو ہی پہنچتا ہے اسی طرح رسول کریم ﷺ کے محاسن و کمالات آپ ﷺ کی پیغمبرانہ خدمات اور امت پر آپ ﷺ کے عظیم احسانات کا حق ہے کہ امتی آپ ﷺ کے حضور عقیدت و محبت و نیاز مندی کا ہدیہ اور ممنونیت و سپاسگزاری کا نذرانہ پیش کریں اسی لئے درود سلام کا طریقہ مقرر کیا گیا ہے۔ درود سلام کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا و ثواب آخرت اور رسول کریم ﷺ کا روحانی قرب اور ان کی خاص نظر عنایت حاصل کرنے کے لئے پڑھا جاتا ہے اور پڑھنے والے کا اصل مقصد یہی ہوتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے کہ وہ ہمارے درود سلام کا ہدیہ اپنے رسول پاک تک فرشتوں کے ذریعہ پہنچاتا ہے اور بہت سوں کا آپ ﷺ کو روزہ مبارک میں براہ راست سنواتا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ درود سلام پیش کرنے کی خاص حکمت کیا ہے۔ انبیاء علیہم السلام اور

خاص کر سید الانبیاء ﷺ کی خدمت میں عقیدت و محبت اور وفاداری و نیاز مندی کا ہدیہ اور ممنونیت و سپاس گذاری کا نذرانہ پیش کرنے کی سب سے بڑی حکمت یہ ہے کہ اس سے شرک کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے مقدس و محترم ہستیاں انبیاء علیھم السلام ہی کی ہیں اور ان سب میں سے اکرم و افضل خاتم النبین سیدنا حضرت محمد ﷺ کی ذات مبارک ہے۔ جب ان کے بارے میں یہ حکم دے دیا گیا کہ ان پر درود سلام بھیجا جائے تو معلوم ہوا کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت و عنایت اور نظر کرم کے محتاج ہیں اور ان کا حق اور مقام عالی یہی ہے کہ ان کے واسطے اللہ تعالیٰ سے اعلیٰ سے اعلیٰ دعائیں کی جائیں اس کے بعد شرک کے لئے کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر کتنا بڑا کرم ہے کہ اس کے اس حکم نے ہم بندوں اور امتیوں کو نبیوں اور رسول کا اور خاص کر سید الانبیاء ﷺ کا دعا گو بنا دیا۔ اور جو بندہ ان مقدس ہستیوں کا دعا گو ہو وہ کسی اور کا پرستار کیسے ہو سکتا ہے۔

اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو بندہ مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے۔ خدا تعالیٰ اس پر دس دفعہ رحمت نازل فرماتا ہے۔ اس سے زیادہ کا کوئی بندہ کیسے تصور کر سکتا ہے۔

روحانیت میں تیزی کے ساتھ ترقی اسی وقت ہوتی ہے جب بندہ ذکر اللہ کے ساتھ ساتھ درود و سلام کو بھی بہتات کے ساتھ پڑھے۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبد الحکیم انصاریؒ نے بھی روحانی ترقی کا جو سلیبس مقرر کیا ہے۔ اس سے ذکر اللہ کے ساتھ ساتھ درود و سلام کو بھی بہتات سے پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ کو ہماری عبادات اور دعاؤں کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں بلکہ یہ ہمارے اپنے فائدے میں ہے تاکہ ہمیں خدا اور اس کے رسول کا قرب اور مقام عبدیت حاصل ہو اور ہم خدا تعالیٰ کے مقرب بندوں میں شامل ہو سکیں۔ ایک حدیث مبارک ہے جس میں رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو بندہ بہتات کے ساتھ مجھ پر درود و سلام بھیجے گا روز قیامت وہ میرے ساتھ ہو گا۔ اس سے زیادہ سعادت اور خواہش ایک مسلمان کی اور کیا ہو سکتی ہے اسی لئے ہمیں زیادہ سے زیادہ ذکر الٰہی اور درود شریف پڑھنا چاہیئے تاکہ ہم اپنی حقیقی منزل یعنی آخرت میں سرخرو ہو سکیں۔ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کا خاص قرب و عنایت حاصل کر سکیں۔

آیات کائنات

(محمد صدیق ڈار توحیدی)

اللہ تعالیٰ نے پوری انسانیت کی ہدایت کے لئے اپنے آخری رسول ﷺ کے توسط سے قرآن مجید نازل فرمایا اور اس میں مظاہر فطرت پر تدبر و تفکر کرنے کی بار بار تاکید فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ جہاں قرآن کریم میں درج کلمات کو اپنی آیات قرار دیتا ہے وہاں کائناتی رازوں اور مظاہر فطرت کو بھی اپنی آیات کا نام عطا فرمایا ہے۔ انسان جب سے اس دنیا میں آیا ہے وہ اپنے اردگرد موجود چیزوں کا جائزہ لے کر انہیں مفید مقاصد کے لئے استعمال کرتا چلا آ رہا ہے۔ آیات کائنات پر غور و فکر کرنے ہی سے انسان کے لئے ایجادات کی راہ کھلی۔ اس طرح نسل انسانی قدم بقدم ترقی کرتی ہوئی لاکھوں برس کی مسلسل جدوجہد کے بعد موجودہ مقام تک پہنچی ہے اور اب بھی خوب سے خوب تر کی تلاش میں اپنا سفر جاری رکھے ہوئے ہے۔ ہر دور کے انسان نے اپنے اردگرد موجود آیات کائنات پر غور و فکر کر کے اپنے علم میں اضافہ کیا اور اس کی بدولت زندگی پر سہولت ہوتی چلی گئی۔ ابتدائی دور کے انسان نے جانوروں اور پرندوں کو دیکھ کر ہی درختوں کے پتوں، پھلوں اور گوشت کو اپنی غذا کے لئے استعمال کرنا شروع کیا۔ پرندوں کے گھونسلوں کو دیکھ کر اپنے لئے گھاس پھوس کی جھونپڑیاں بنانا شروع کیں۔ مکڑی کو جالا بنتے دیکھا تو کپڑا بننے کا خیال آیا۔ گول پتھروں کو دوسروں کی نسبت زیادہ دور فاصلے تک لڑھکتے دیکھ کر پہیہ ایجاد کرنے کی سوجھی۔ الغرض انسان کے اردگرد فطرت کے بے شمار نظارے انسان کی صلاحیتوں کو دعوت فکر و عمل دینے کے لئے موجود ہیں۔ اگر انسان اپنی آنکھیں کھلی رکھے، چیزوں کو غور سے دیکھنے کی عادت ڈالے اور ان آیات کائنات کے پیغامات کو دل و دماغ سے سمجھنے کی جستجو کرے تو علوم کے دروازے کھلتے چلے جاتے ہیں۔ قرآن کریم میں اس نوعیت کا ایک بڑا اچھا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا تو اپنے بھائی کی لاش ٹھکانے لگانے کی کوئی ترکیب اس کے ذہن میں نہیں آ رہی تھی۔ وہ پریشانی کے عالم میں اس مردہ جسم کو اپنے ساتھ لئے پھرتا رہا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ایک کوے کو بھیجا جس نے قابیل کے سامنے اپنے پنجوں سے زمین کھود کر گھڑا بنانے کا

مظاہرہ کیا۔ اسے دیکھ کر قابیل نے بھی قبر کھودی اور بھائی کی لاش کو اس میں دفن کر دیا۔ انسان نے بعض جنگلی جانوروں کو بیماریوں کے علاج کے لئے خاص قسم کی جڑی بوٹیاں استعمال کرتے دیکھا تو اس نے بھی یہی طریقہ علاج اپنالیا۔ اسی طرح آج کے دور کا انسان پانی میں تیرنے والے جانوروں اور ہوا میں پرواز کرنے والے پرندوں کی بناوٹ کا مطالعہ کر کے سمندری جہازوں، آبدوزوں اور ہوائی جہازوں کے کامیاب ڈیزائن بنانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ حصول علم کا یہ مشاہداتی طریقہ اب بھی جاری ہے اور ہزاروں جانوروں اور پودوں کی زندگی اور عادات و خصائل پر ریسرچ کی جا رہی ہے اور تحقیق کے نتائج سے بنی نوع انسان کو ہر ممکن فائدہ پہنچایا جا رہا ہے۔ ہر دور کے انسان کی طرح آج کا انسان بھی یہی سمجھتا ہے کہ میں ترقی یافتہ ہو گیا ہوں لیکن حقیقت تو یہ ہے ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ جس طرح ہم نے آج سے سو برس قبل وجود میں آنے والی ایجادات کو عجائب گھروں کی زینت بنا دیا ہے بالکل یہی سلوک ہماری موجودہ الٹرا ماڈرن مشینوں کے ساتھ کیا جائے گا۔ انسان اپنی کوشش سے زندگی کے ہر شعبے میں انقلابی تبدیلیاں لے آیا ہے لیکن سائنسدانوں کا کہنا یہ ہے کہ انسانی دماغ کی اہلیت کا ابھی تک صرف دسواں حصہ ہی استعمال ہوا ہے اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جب یہ دماغ پوری طرح روبہ عمل ہو گا تو یہ دنیا کیسی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے انفس و آفاق میں تفکر و تدبر کا جو حکم فرمایا اس پر عمل کرنے کے نتیجے میں بے شمار نئے علوم جنم لے چکے ہیں اور تحقیق و تفتیش کے دوران اس طرح کے حیرت انگیز اور ایمان افروز حقائق سامنے آ رہے ہیں کہ علمائے فطرت یعنی سائنسدان اللہ کی ہستی کے قائل ہو کر قرآن کی صداقت کے سامنے سرنگوں ہونے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ پیشگوئی کر رکھی ہے کہ علمی اور سائنسی سفر انسان کو اللہ کے قریب لے آئے گا۔ چنانچہ ارشاد ہوا ہے۔

سنریهم ایتنا فی الافاق وفی انفسهم حتی یتبین لهم انه الحق (حم سجدۃ 53)

''ہم عنقریب ان کو اطراف عالم میں بھی اور خود ان کی ذات میں بھی نشانیاں دکھائیں گے۔ یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ اللہ کا دین حق ہے''

قرآن کریم کی جن آیات میں آیات کائنات میں تفکر کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے ان میں سے چند یہاں درج کی جا رہی ہیں تاکہ قرآنی تعلیم اور ماڈرن علوم میں جو تعلق ہے وہ واضح ہو جائے۔

1۔ ان فی خلق السموات والارض واختلاف الیل والنهار والفلک التی تجری فی

البحر بما ينفع الناس وما انزل الله من السماء من ماء فاحيا به الارض بعد موتها وبث فيها من كل دابه وتصريف الريح والسحاب المسخر بين السماء والارض لايت لقوم يعقلون (البقرہ۔ 164)

ترجمہ! "بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے میں اور کشتیوں میں جو دریا میں لوگوں کے فائدے کی چیزیں لے کر رواں ہیں اور بارش میں جس کو اللہ آسمانوں سے برساتا اور اس سے زمین کو مرنے کے بعد زندہ کردیتا ہے اور زمین پر ہر قسم کے جانور پھیلانے میں اور ہواؤں کے چلنے میں اور بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان گھرے رہتے ہیں۔ عقلمندوں کے لئے آیات یعنی نشانیاں ہیں"

2۔ وهوالذی مدالارض وجعل فيها رواسی وانهرا ومن كل الثمرات جعل فيها زوجين اثنين يغشى اليل النهار ان فی ذلک لايت لقوم يتفكرون O وفی الارض قطع متجورت و جنت من اعناب و زرع و نخيل صنوان و غير صنوان يسقى بما واحد و نفضل بعضها على بعض فی الاكل ان فی ذلک لايت لقوم يعقلون O (الرعد۔ 3 تا 4)

ترجمہ! "اللہ وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ اور دریا پیدا کئے اور ہر طرح کے میووں کی دو دو قسمیں بنائیں۔ وہی رات کو دن کا لباس پہناتا ہے۔ غور کرنے والوں کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں اور زمین میں کئی طرح کے قطعات ہیں ایک دوسرے سے ملے ہوئے اور انگور کے باغ اور کھیتی اور کھجور کے درخت، بعض کی بہت سی شاخیں ہوتی ہیں اور بعض کی اتنی نہیں ہوتیں حالانکہ پانی سب کو ایک ملتا ہے اور ہم بعض میووں کو بعض پر لذت میں فضیلت دیتے ہیں۔ ان میں سمجھنے والوں کے لئے بہت سے نشانیاں ہیں"

3۔ وسخرلكم ما فی السموات وما فی الارض جميعا منه ان فی ذلک لايت لقوم يتفكرون O (الجاثیہ۔ 13)

ترجمہ! "اللہ نے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو تمہارے کام میں لگا دیا ہے۔ جو لوگ تفکر کرتے ہیں ان کے لئے اس میں اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں"

4۔ هوالذی جعل الشمس ضياء والقمر نورا وقدره منازل لتعلموا عدد السنين والحساب ما خلق الله ذلک الا بالحق يفصل الايت لقوم يعلمون O ان فی اختلاف

الیل والنھار وما خلق اللہ فی السموت والارض لایت لقوم یتقون O (یونس۔5 تا6)

ترجمہ! ”اللہ وہی تو ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو منور بنایا اور چاند کی منزلیں مقرر کیں تاکہ برسوں کا شمار اور حساب معلوم کرو۔ یہ سب کچھ اللہ نے تدبر سے پیدا کیا ہے۔ سمجھنے والوں کے لئے وہ اپنی آیات کھول کھول کر بیان فرماتا ہے۔ رات اور دن کے آنے جانے میں اور جو چیزیں اللہ نے آسمان اور زمین میں پیدا کی ہیں سب میں متقی لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں“

5۔ اولم یروا کیف یبدی اللہ الخلق ثم یعیدہ ان ذلک علی اللہ یسیر O قل سیروا فی الارض فانظروا کیف بدا الخلق ثم اللہ ینشی النشاۃ الاخرۃ ان اللہ علی کل شی ء قدیر O (العنکبوت۔19 تا20)

ترجمہ! ”کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ کس طرح خلقت کو پہلی بار پیدا کرتا پھر کس طرح اس کو بار بار پیدا کرتا رہتا ہے۔ یہ اللہ کے لئے آسان ہے کہہ دو کہ ملک میں چلو پھرا اور دیکھو کہ اس نے کس طرح خلقت کو پہلی دفعہ پیدا کیا ہے۔ پھر اللہ ہی پچھلی پیدائش پیدا کرے گا۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے“

6۔ ومن ایتہ ان خلقکم من تراب ثم اذا انتم بشر تنتشرون O ومن ایتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃ ورحمتہ ان فی ذلک لایت لقوم یتفکرون O ومن ایتہ خلق السموت والارض واختلاف السنتکم والوانکم ان فی ذلک لایت للعلمین O ومن ایتہ منامکم بالیل والنھار وابتغاوکم من فضلہ ان فی ذلک لایت لقوم یسمعون (الروم۔20 تا23)

ترجمہ! ”اللہ کی آیات میں سے ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر اب تم انسان ہو کر جابجا پھیل رہے ہو اور اسی کی آیات میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی عورتیں پیدا کیں تاکہ ان سے سکون پاؤ اور تم میں محبت اور مہربانی پیدا کر دی۔ جو لوگ تفکر کرتے ہیں ان کے لئے ان باتوں میں آیات ہیں اور اسی کی آیات میں سے ہے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا جدا جدا ہونا۔ اہل علم کے لئے ان باتوں مین بہت سی آیات ہیں اور اسی کی آیات میں سے ہے تمہارا رات اور دن میں سونا اور اس کے فضل کا تلاش کرنا۔ جو لوگ سنتے ہیں ان کے لئے ان باتوں میں بہت سی آیات یعنی نشانیاں ہیں“

آیات کائنات پر غور و فکر کی دعوت دینے والی قرآن کی تقریباً ساڑھے سات سو آیات میں سے نمونہ کے طور پر صرف چند آیات نقل کی ہیں۔ اگر ہم باریک بینی سے ان کا جائزہ لیں تو معلوم ہو گا کہ ان میں جن آیات کا ذکر آیا ہے ان میں سے اکثر موجودہ دور میں علیحدہ علیحدہ اور مستقل علوم کی حیثیت اختیار کر چکی ہیں۔ یہ امر بہت ہی حیرت انگیز ہے اور قرآن کریم کے منزل من اللہ ہونے کا ناقابل تردید ثبوت ہے۔ قرآن کو نازل ہوئے کئی صدیاں گذر چکی ہیں۔ اس وقت کا انسان تو سائنسی دور میں داخل بھی نہیں ہوا تھا۔ لیکن قرآن مجید میں درج کئی حقائق ایسے ہیں جن کا علم سائنسدانوں کو حال میں ہی ہوا ہے۔ اس لحاظ سے اللہ کے آخری رسول ﷺ پر اترنے والی یہ کتاب ان ﷺ کے دائمی معجزے کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس زندہ اور عظیم کتاب کے وسیع علمی سمندر میں ابھی بے شمار خفیہ جزیرے اور ان گنت موتی موجود ہیں جن کا کھوج انسان کی آئندہ نسلیں ہی لگا سکیں گی۔ آنے والے ادوار کے انسان اپنے اپنے علمی پس منظر کے ساتھ جب اللہ کی کتاب میں تدبر و تفکر کریں گے تو قرآن کے نئے نئے معجزاتی پہلو ان کے سامنے آتے چلے جائیں گے۔ اس طرح یہ کتاب ہر دور کے انسان کی فکر کو مہمیز لگا کر ترقی کی نئی نئی منزلوں کی نشاندہی کرتی رہے گی۔ قرآن کریم میں کئی واقعات جو معجزات اور محیر العقول کارناموں کی صورت میں بیان کئے گئے ہیں ہو سکتا ہے انسان کی آئندہ نسلیں نئے علوم کے بل بوتے پر ان پر دسترس حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ ان میں سے چند ہدف تو ایسے ہیں جن کو حاصل کرنے کا خواب موجودہ زمانے کے سائنسدان بھی دیکھ رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ مستقبل قریب میں وہ کسی حد تک کامیاب بھی ہو جائیں۔ ان کے بارے میں جو اشارے قرآن مجید میں ملتے ہیں۔ ان کا ذکر یہاں کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

1۔ اصحاب کہف تین سو برس سے زیادہ عرصہ کی نیند میں رہے۔ بیدار ہونے پر انہیں نہ تو جسمانی کمزوری ہوئی نہ ہی طویل مدت گذرنے کا احساس ہوا۔ اس سے یہ ممکن نظر آتا ہے کہ انسان کو طویل عرصہ تک سلا کر دوبارہ بیدار کر لیا جائے۔

2۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کر لیتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذبح شدہ پرندوں کو پکارا تو وہ ان کے پاس دوڑے آئے۔ ممکن ہے کبھی مردوں کو بعض حالات میں زندہ کیا جا سکے۔

3۔ حضرت عزیر علیہ السلام سو برس تک سوئے رہے اور اتنے طویل عرصے میں ان کا کھانا گلنے سڑنے سے محفوظ رہا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ماکولات و مشروبات کو طویل مدت تک کے لئے محفوظ کرنا ممکن ہے۔

4۔ حضرت نوح علیہ السلام کی عمر ایک ہزار برس سے زیادہ بتائی گئی ہے۔ ممکن ہے علماء فطرت کو طوالت عمر کا راز معلوم ہو جائے۔

5۔ سورۃ یوسف میں حضرت یوسف علیہ السلام' ان کے جیل کے ساتھیوں اور شاہ مصر کے خوابوں اور یوسف علیہ السلام کا ان کی صحیح تعبیر بتانے کا تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خوابوں اور یوسف علیہ السلام کا انکی صحیح تعبیر بتانے کا تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خوابوں کی تعبیر کا علم حقیقی ہے اور سائنسی خطوط پر مدون کیا جاسکے گا۔

6۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روحانی قوت سے اندھوں اور کوڑھیوں کو ٹھیک کر دیتے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیض سے ان کے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی بحال ہو گئی تھی۔ حضور ﷺ کے لعاب دہن سے مریضوں کو شفا ملی اور ہمارے صوفیاء کرام روحانی طاقت سے بیماریاں سلب کرلیتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ روحانی طریقہ علاج مضبوط بنیاد رکھتا ہے اور مستقبل میں مقبول عام ہوسکتا ہے۔

7۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جانوروں کی زبان جانتے اور ان سے باتیں کر لیتے تھے۔ ان کی زبانوں کے بارے میں کافی معلومات حاصل کی جاچکی ہیں اور ان سے کام لیا جا رہا ہے۔

8۔ گذشتہ زمانہ میں کئی قومیں اللہ کے عذاب سے ہلاک کر دی گئیں۔ ان میں سے کئی ایک کی ہلاکت زور دار آواز یا چنگھاڑ سے ہوئی تھی۔ ان واقعات سے یہ امکان دکھائی دیتا ہے کہ تباہی کے لئے صوتی ہتھیار بھی تیار کئے جاسکتے ہیں۔

9۔ اللہ تعالیٰ ایک دانے کی مثال دیتے ہیں کہ اس سے سات بالیاں نکلیں اور ہر خوشے میں سو سو دانے نکلے اور اللہ چاہے تو اس سے بھی زیادہ کر دے۔ زرعی سائنسدانوں کے لئے یہ ایک امید افزا پیام ہے کہ ایک من بیج ڈال کر سات سو من یا اس سے بھی زیادہ فصل حاصل کی جاسکتی ہے۔

10۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک صحابی نے ملکہ سبا کا تخت دور دراز فاصلے سے پلک

جھپکنے میں لا حاضر کیا تھا۔ عین ممکن ہے کہ آواز اور تصویروں کی طرح کسی وقت ٹھوس مادی اشیاء کو بھی برقی لہروں کی مدد سے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا ممکن ہو جائے۔

11۔ سورۃ الرحمٰن میں اللہ تعالیٰ نے جنات اور انسانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

یمعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموت والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطن○

ترجمہ! "اے گروہ جن و انس اگر تمہیں قدرت ہو کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں یعنی حدود سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ۔ اور زور کے سوا تم نہیں نکل سکو گے" اس آیت سے انسانوں کو یہ پیغام ملا کہ اگر تم مناسب قوت اور غلبہ حاصل کر لو تو کشش ارضی اور نظام شمسی کی حدود سے باہر نکل کر خلا کی تسخیر کرنے کے اہل ہو سکتے ہو۔

12۔ قرآن کریم میں سورت الشوریٰ کی آیت نمبر29 اس دور میں اٹھائے جانے والے اس سوال کا کہ آیا دوسرے سیاروں میں آبادی کا امکان ہے بڑا واضح جواب مہیا کرتی ہے۔

ومن ایتہ خلق السموت والارض وما بث فیھما من دابہ وھو علی جمعھم اذا یشاء قدیر○

ترجمہ! "اللہ کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور ان جانوروں کو جو اس نے ان دونوں میں پھیلا رکھے ہیں اور وہ جب چاہے ان کو جمع کر دینے پر قادر ہے"

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین کے علاوہ دوسرے سیاروں میں بھی اللہ کی مخلوق موجود ہے اور ان کا آپس میں رابطہ اور ملاپ ہو جائے گا۔

(ترتیب و تدوین خالد مسعود توحیدی)

1۔ دل کی رقت

(بنام عبدالحمید صاحب 1972-4-14)

"یہ تمام کیفیات روحانی ہیں جن پر آپ کا بس نہیں۔ خود بخود ہوتی ہیں خود بخود ختم ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ رونا جو آتا ہے یعنی دل میں جو رقت پیدا ہو گئی ہے یہ بھی قدرتی ہے خود جاتی رہی ہو گی۔ تمہاری کیفیات بہت اچھی ہیں۔ شکر کرو، خوش رہو اور Carry on"

2۔ روحانی قبض

(بنام مخدوم ریاض حسین 1972-3-20)

"آپ نے لکھا ہے کہ گاڑی کبھی کبھی چلتے چلتے رک جاتی ہے۔ یہ ٹھیک ہے ایسا ہی ہوتا ہے۔ اس کو قبض کہتے ہیں۔ اس سے پریشان نہ ہونا چاہیئے۔ سب کو ہوتا ہے اور یہ آئندہ ترقی کا باعث ہوتا ہے۔ یہ نہ ہو تو ترقی رک جاتی ہے"

3۔ ناقابل برداشت جذب

(بنام محمد مرتضیٰ صاحب 1963-9-26)

"اگر دوران ذکر رونگ رونگ سے ذکر نکلنے لگے تو اس سے بہتر اور کیا ہو گا۔ اگر اس میں تکلیف ہو یا بے ہوشی طاری ہونے لگے یا جذب ناقابل برداشت ہو جائے تو ذکر بند کر کے درود شریف آہستہ زبان میں پڑھنا چاہیئے ورنہ جب تک حواس قائم رہیں اور مزہ آتا رہے ذکر جاری رکھا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ ہر کام قابل برداشت حد تک کرنا چاہیئے۔ جس کام سے عقل سلب ہو جانے کا خطرہ ہو اس کو فوراً چھوڑ دینا چاہیئے"

4۔ حدیث نفس

(بنام محمد مرتضیٰ صاحب 1963-8-11)

"اللہ تعالیٰ سے کچھ پوچھا جائے تو ضروری نہیں کہ جواب ضرور ملے اور ملے تو درست بھی

ہو۔ بعض اوقات خود اپنا نفس جواب دیتا ہے اور وہ ہمیشہ غلط ہوتا ہے۔ اس کو حدیث نفس کہتے ہیں۔ یہ بات مدت کے بعد تجربہ سے معلوم ہوتی ہے کہ آواز اللہ کی ہے یا نفس کی۔ بہر حال شغل اچھا ہے۔ اکثر وہ بات صحیح ہوتی ہے جو بغیر سوال کئے (یا بغیر خیال کے) دل میں خود بخود پیدا ہو اور سالک کو اس میں کوئی خاص Interest نہ ہو۔ جس معاملہ میں Interest ہو اس کا جواب ہمیشہ ہی غلط ملتا ہے۔ Neutral رہتے ہوئے جس بات کا جواب مانگو تو صحیح آتا ہے"

5۔ سکون اور لذت

(بنام محمد صدیق ڈار صاحب 1960-7-17)

"آپ کو جو کچھ بتایا گیا ہے کرتے رہیں۔ رفتہ رفتہ سب درست ہو جائے گا۔ شروع میں یہی ہوا کرتا ہے کہ کبھی گاڑی زور سے چلتی ہے کبھی آہستہ ہو جاتی ہے' کبھی بالکل بند ہو جاتی ہے' ذکر میں سکون اور لذت محسوس ہونے لگی ہے تو یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ رفتہ رفتہ سب کچھ ہونے لگے گا"

6۔ کبھی دل نہیں بھرتا

(بنام محمد قاسم صاحب 1960-9-6)

"اللہ والی صورت تو مدتوں یونہی رہتی ہے اور لوگ یونہی روتے رہتے ہیں۔ کبھی دل نہیں بھرتا۔ نہ حالت درست معلوم ہوتی ہے۔ لہٰذا آپ بھی روتے رہیں مگر بند نہ کریں۔ کبھی نہ کبھی شاید تسلی ہو جائے"

7۔ خود اعتمادی

(بنام محمد قاسم صاحب 1964-1-15)

"آپ کی بابت یہ ہے کہ آپ میں اللہ کے فضل سے بہت طاقت ہے لیکن آپ کو اپنے اوپر اعتماد نہیں ہے۔ اس لئے نہ دعا کام آتی ہے نہ محسوس ہوتی ہے۔ شیر کا بچہ جب جوان ہو جاتا ہے تو اس کو اعتماد اور طاقت کا علم اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک وہ کسی بڑے جانور سے مقابلہ کر کے اس کو مار نہ لے۔ یہی حال آپ کا ہے۔ بہر حال ایسے جلالی' جمالی' مجذوب اور ملنگ لوگوں کا ہمارے حلقہ میں آنا اچھا نہیں"

جنگل کورس

(محمد صدیق ڈار توحیدی)

گزشتہ دس شماروں میں مجالس فقیر کے عنوان کے تحت آفتاب احمد خاںؒ کی ڈائری قسطوں میں پیش کی گئی۔ جن بھائیوں کو بانی سلسلہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی مجالس میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی ان سے التماس ہے کہ ذہنوں میں محفوظ ان حسین یادوں کو سپرد قلم کردیں تاکہ سب بھائی قبلہ حضرتؒ کے ملفوظات سے مستفیض ہو سکیں۔ ہمارا ارادہ ہے کہ جب یہ سلسلہ تکمیل کو پہنچے تو "ملفوظات و مکتوبات" کو کتابی شکل میں شائع کر دیا جائے۔ اس بندہ ناچیز کے ذہن میں جو آپؒ کے فرمودات محفوظ ہیں وہ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتا رہونگا۔ ایک مرتبہ آپؒ نے ارشاد فرمایا۔

"میں نے کبھی کوئی چلہ نہیں کاٹا نہ ہی راتوں کو جاگتا رہا ہوں۔ ساری عمر ملازمت بھی کی ہے اور کاروبار بھی کرتا رہا ہوں۔ البتہ کچھ دیر اللہ نے جنگل میں رکھا وہ علیحدہ بات ہے مجھے کاروبار کے سلسلہ ہی میں ایک عرصہ جنگل میں تنہا رہنا پڑا۔ وہاں میں اردگرد کے علاقہ سے آنے والی مردہ جانوروں کی ہڈیاں خرید تا تھا۔ اس کام سے یہ فائدہ ہوا کہ اب کوئی کام حقیر نہیں لگتا نہ ہی بو سے بھاگتا ہوں۔ چند مزدور جو میں نے ملازم رکھے ہوئے تھے وہ بھی شام کو اپنے گھروں کو روانہ ہو جاتے تھے۔ جنگل کے سناٹے میں اللہ اللہ کرنے کا اپنا ہی ایک مزہ تھا۔ اس تنہائی میں میرا ایک ساتھی تھا اور وہ تھی قریبی گاؤں کے ایک انجن کے گھگو کی آواز۔ جس کے ساتھ ساتھ میں پاس انفاس کرتا رہتا تھا۔ اب بھی کبھی یہ آواز سنائی دیتی ہے تو مجھے جنگل میں گذارا ہوا زمانہ یاد آ جاتا ہے۔ وہاں گرمی سے بچاؤ کے لئے میں نے ایک قبر نما گڑھا کھود رکھا تھا۔ اس میں پانی کا چھڑکاؤ کر کے چٹائی بچھا کر لیٹ جاتا تھا۔ انتہائی گرمی میں بھی وہ قبر بڑا سکون پہنچاتی تھی۔ ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ سارے مزدور چھٹی پر تھے اور دیہات سے ہڈیوں سے بھرے ہوئے تین گڈے آ گئے۔ میں نے گڈے

والوں سے کہا کہ آج مزدور تو کوئی بھی نہیں اس لئے آپ مہربانی کر کے خود ہی یہ ہڈیاں اتار دیں۔ انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ توبہ کریں جی، ہم تو مسلمان ہیں ہم ان ہڈیوں کو ہاتھ بھی نہیں لگائیں گے۔ جب وہ کسی طور بھی نہ مانے تو میں نے اللہ کا نام لے کر قمیض اتاری، لنگوٹ کسا اور اکیلا ہی اس کام میں جٹ گیا۔ میں نے دو اڑھائی گھنٹوں میں ایک سو بیس من ہڈیاں گڈوں سے اتار دیں۔ وہاں قریب ہی ایک نہر تھی وہاں جا کر نہایا اور واپس آ کر گڈے والوں سے کہا کہ بتاؤ میری مسلمانی کو کیا ہو گیا ہے"

"بعض مرتبہ انسان اللہ تعالیٰ سے ایسی چیز کی خواہش کرتا ہے جو اس کے لئے اچھی نہیں ہوتی۔ اگر اللہ تعالیٰ وہ خواہش پوری کر دے تو اس سے نقصان ہو جاتا ہے۔ ایک مرتبہ میں رات کی ٹرین میں سفر کر رہا تھا۔ جب صبح ہو گئی تو میں کھڑکی کھول کر باہر جھانکنے لگا۔ اس وقت ٹرین ایک موڑ مڑ رہی تھی۔ تھوڑی دور ہی ایک جنگل نظر آ رہا تھا۔ قریب ہی چھوٹی سی نہر بہہ رہی تھی۔ جس میں لوگ نہا رہے تھے اور اس کے کنارے عورتیں کپڑے دھو رہی تھیں۔ یہ سارا منظر مجھے بہت ہی پیارا لگا اور میں نے اللہ میاں سے کہا کہ اس طرح کی دلفریب جگہ پر اگر رہنے کا موقع مل جائے تو اللہ اللہ کرنے کا لطف آ جائے۔ بس اللہ میاں نے یہ دعا منظور فرمالی۔ پہلے لگی لگائی نوکری چھٹی پھر کام شروع کیا تو ٹھیک طرح سے نہیں چلا۔ آخر کار یہاں ہڈیوں کی خریداری کے لئے جنگل میں لا ڈالا۔ لیکن مجھے قطعاً یہ بات یاد نہ رہی کہ یہ سب کچھ میری اپنی دعا ہی کا نتیجہ ہے۔ ایک دن میں صبح کے وقت قریبی نہر پر نہانے کے لئے گیا۔ اتفاق سے اس وقت وہی ٹرین آ گئی جس مین سفر کرتے ہوئے میں نے دعا کی تھی۔ اس پر وہ سارا منظر میری نگاہوں میں گھوم گیا اور مجھے یاد آ گیا کہ یہ وہی جنگل اور وہی نہر ہے جس کی میں نے خواہش کی تھی۔ اس پر میں نے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی تو اللہ تعالیٰ نے وہاں سے نکالنے کا انتظام فرما دیا۔ فقیر کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ جہاں بھی رکھے اور جس حال میں رکھے اس پر خوش رہے۔ اسی لئے میں بھائیوں سے کہتا رہتا ہوں کہ ہمیشہ خوش رہنے کی عادت ڈالیں"

راہ سلوک کی رکاوٹیں

(حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ)

کیونکہ ذکر اور عبادت تو ہر شخص شروع کر سکتا ہے اور کرلیتا ہے اور شیخ کامل کی توجہ سے اس کو ذکر وغیرہ میں لطف بھی آنے لگتا ہے۔ گرمی، سرور اور نشہ بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن جب اس کی راہ میں کوئی رکاوٹ آ جاتی ہے تو وہ گھبرا جاتا ہے اور رکاوٹ زیادہ سخت ہو تو گھبرا کر ذکر وغیرہ چھوڑ دیتا ہے یا کم از کم اتنا تو ضرور ہوتا ہے کہ اس کا سکون دماغ ختم ہو جاتا ہے اور ذکر میں وہ لذت نہیں آتی جو پہلے تھی۔ اس موقعہ پر ہزاروں سالکان راہ طریقت میں سے دو چار ہی مرد میدان ہوتے ہیں جو ثابت قدم رہتے ہیں ورنہ باقی سب میدان چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں۔ ایسے موقعہ پر کئی ایسے آدمی بھی ہوتے ہیں جو پیر سے مدد چاہتے ہیں کہ یا تو وہ رکاوٹوں کو اپنی کرامت سے دور کر دے یا خود ان میں اپنی ہمت باطنی اور توجہ سے اتنی طاقت پیدا کر دے کہ وہ رکاوٹ پر غالب آ جائیں۔ لیکن کوئی پیر کامل ان دونوں باتوں میں سے ایک بھی نہیں کرتا بلکہ ان کو رکاوٹ پر غالب آنے کا صرف راستہ بتا دیتا ہے۔ وہ مدد کیوں نہیں کرتا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس طرح پیر کی مدد سے جو لوگ سلوک طے کرتے ہیں ان میں ان کی اپنی ذاتی طاقت کبھی پیدا نہیں ہوتی۔ وہ اپنے پاؤں پر خود کبھی کھڑے نہیں ہوتے۔ ہمیشہ پیر کے کندھے کا سہارا لے کر چلنے کے عادی ہوتے ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے پاس اپنا کچھ نہیں ہوتا۔ جو کچھ ہوتا ہے سب پیر ہی کا ہوتا ہے۔ اس لئے جب کبھی پیر کی طرف سے مدد نہیں ملتی یا پیر فوت ہو جاتا ہے تو ان کی قوت ختم ہو جاتی ہے اور وہ کورے کے کورے رہ جاتے ہیں۔

موٹی عقل کا آدمی بھی یہ بات سمجھ سکتا ہے کہ دنیا کا کوئی سا بڑا کام بھی بغیر سخت محنت اور مجاہدے کے پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا۔ دنیوی امور میں تو منزل مقصود کا علم ہوتا ہے اور اس

تک پہنچنے کے ذرائع بھی ہوتے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ کوئی شخص ان ذرائع تک دسترس حاصل نہ کر سکے اور جو لوگ محنت اور عقل سے ان ذرائع کو حاصل کر لیتے ہیں وہ سو فی صدی کامیاب ہو جاتے ہیں۔ لیکن سلوک میں یہ بات نہیں ہے۔ سلوک کی آخری منزل اور مقصد خدا کا قرب' دیدار اور معرفت حاصل کرنا ہے۔ لیکن خدا نہ تو دکھائی دیتا ہے نہ سمجھ میں آ سکتا ہے نہ اس تک پہنچنے کے ذرائع ہی سالک کے علم میں ہوتے ہیں۔ اس لئے منزل مقصود تک پہنچنا اس وقت تک محال ہوتا ہے جب تک کوئی سچا رہنما اور رہبر نہ ہو۔

اور رہنما اور رہبر صرف وہی شخص ہو سکتا ہے جو خود منزل مقصود تک پہنچ چکا ہو اور راستہ کے اتار چڑھاؤ اور پیچ و خم سے خوب واقف ہو۔ لیکن ایسے رہنما اور رہبر سے بھی پورا فائدہ وہی اٹھا سکتے ہیں جو سچے طالب ہوں۔ جن کی طلب اس قدر پختہ اور شدید ہو کہ منزل و مدعا تک پہنچنے کے لئے ہر طرح کی تکلیف خندہ پیشانی سے اٹھا سکیں اور کتنی ہی مصیبتیں پڑیں ان کے عزم و استقلال میں کمی نہ آئے۔

(ا) اس لئے سب سے پہلی رکاوٹ جو راہ سلوک میں پیش آتی ہے۔

طلب کی خامی اور کمی ہے۔ یوں سمجھنے کو تو ہر شخص یہی سمجھتا ہے کہ میری طلب صادق اور میرا عزم راسخ ہے لیکن یہ اس کی بھول ہوتی ہے۔ طلب صادق کی پہچان ہی یہ ہے کہ وہ راہ کی کسی دشواری کو خاطر میں نہ لائے اور ہمیشہ آگے ہی بڑھتا رہے۔ میدان جنگ میں غازیوں اور مجاہدوں کا خیال کرو۔ ان کا مقصد دشمن کے مورچوں پر قبضہ کرنا ہوتا ہے۔ اس کے لئے جب وہ حملہ کرتے ہیں تو اگرچہ میدان میں گولوں اور گولیوں کا مینہ برستا ہوتا ہے اور ایک انچ جگہ ایسی نہیں ہوتی جہاں گولیاں نہ برس رہی ہوں۔ لیکن جب وہ ارادہ کر لیتے ہیں تو اسی مینہ میں آگے بڑھتے ہیں۔ گرتے ہیں' زخمی ہوتے ہیں' شہید ہوتے ہیں لیکن ان کے قدم پیچھے نہیں ہٹتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دشمن کے مورچوں پر قبضہ کر لیتے ہیں اور اس کی توپوں کو خاموش کر دیتے ہیں۔ یہ

گولے اور گولیاں تو نظر آتی ہیں لیکن راہ سلوک کے مجاہد کو جن گولے اور گولیوں کی بارش میں سے گزرنا پڑتا ہے وہ نظر نہیں آتیں۔ صرف محسوس ہوتی ہیں یا سمجھ میں آسکتی ہیں۔ اس لئے اگر ارادہ اٹل اور طلب ناقابل شکست نہ ہو تو یہ لوگ چار چھ قدم ہی چل کر اپنے مورچوں میں واپس آ جاتے ہیں اور ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہتے ہیں۔ اس لئے جب تک طلب کامل اور عزم راسخ نہ ہو کسی کو بھی اس راہ پر خطر میں قدم نہیں رکھنا چاہئے ورنہ وہی مثل ہو گی کہ۔

دھمکی میں مر گیا جو نہ باب نبرد تھا
عشق نبرد پیشہ طلب گار مرد تھا

(۲) اس راستہ کی دوسری رکاوٹ یہ ہے کہ سالک کو پیر کامل سے مرید ہونے کے باوجود اس سے والہانہ عقیدت نہ ہو یا وہ اس کی اطاعت یا ادب کرنے میں کمی کرے۔ ان تین باتوں کے متعلق تعمیر ملت اور طریقت توحیدیہ میں تفصیل سے لکھا جا چکا ہے اور کسی خطبہ میں بھی غالباً بیان کیا گیا ہے۔ اس لئے یہاں بہ خوف طوالت زیادہ بیان نہیں کر سکتا۔ صرف اتنا کہتا ہوں یہ تین باتیں قصر سلوک کی بنیاد ہیں۔ اگر ان میں ذرا بھی قصور ہوا تو یہ قصر فلک بوس کسی وقت بھی زمین پر گر کر مٹی میں بدل جائے گا۔ سچی عقیدت یہ ہے کہ پیر کے کمال میں ذرا سا شبہ بھی کبھی دل میں نہ آنے پائے اور اس کے متعلق کسی برائی کا گمان بھی نہ ہو۔ عقیدت میں پیر سے محبت کا امتزاج بھی بے انتہا ضروری ہے۔ خشک عقیدت سے زیادہ فائدہ نہیں ہوتا۔ اطاعت یہ ہے کہ پیر کا ہر حکم خواہ وہ بہ امتثال امر ہو یا بہ سبیل تذکرہ آنکھ بند کر کے خوشی سے پورا کیا جائے خواہ اس کے منافع اور مصالح سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں۔ ادب یہ ہے کہ پیر خواہ موجود ہو یا غائب اس کا تھوڑا سا خوف اور زیادہ سے زیادہ محبت و عزت دل میں موجود رہے۔ مرید اس کی کوئی ذرا سی برائی بھی کانوں سے نہ سن سکے اور ایسی جگہ سے فوراً دور چلا جائے۔ پیر کی موجودگی میں بات زیادہ نہ کرے اور بات کرے تو آواز بلند نہ ہو۔ ہنسنا، قہقہے لگانا، پیر کی مجلس میں پاؤں پسار کر بیٹھنا یا لیٹ جانا سخت بے ادبی ہے۔ پیر

سے زیادہ سوالات کرنا بھی ادب کے خلاف ہے۔ پیر اگر بے تکلفی سے بھی پیش آئے تو خود ہر گز بے تکلف نہیں ہونا چاہئے۔ الغرض کوئی بات بھی تمیز و تہذیب کے خلاف نہ ہونی چاہئے۔

(۳) تیسری رکاوٹ ماحول ہے۔ ماحول سے مراد اپنا گھر، ہمسائے، محلہ اور وہ لوگ جن کی صحبت میں سالک رہتا ہے۔ اگر گھر میں ہر وقت شور و غل، لڑائی جھگڑا رہتا ہو تو سالک کو وہاں سکون کے ساتھ ذکر کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ محلے کے لوگ اگر بد اخلاق ہوں، لڑتے جھگڑتے ہوں۔ گالیاں بکتے ہوں تو ان کا اثر بھی ضرور پڑتا ہے اور ذکر و عبادت سے جو تھوڑا بہت سکون ملتا ہے وہ زائل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جن لوگوں کی صحبت میں سالک رہتا ہے اگر وہ بد چلن، بد اخلاق اور بد خو ہوں تو سالک ان سے بھی اثر پذیر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس لئے اگر وہ سالک اللہ کے راستہ پر کامیابی سے چلنا چاہتا ہے تو لازم ہے کہ ایسے لوگوں سے ملنا جلنا ترک کر کے اچھے اور نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرے اور ممکن ہو تو وہ محلہ اور گھر بھی بدل دے۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو کسی مسجد وغیرہ میں ایسا گوشہ عافیت دریافت کرے جہاں ذکر سکون سے ہو سکے۔ ذکر جب پختہ ہو جاتا ہے تو گھر اور محلہ وغیرہ کے مخالف حالات کا اثر سالک کی طبیعت پر نہیں پڑتا بلکہ خود اس کا اثر لوگوں پر پڑنے لگتا ہے۔ لیکن جب تک ذکر پختہ نہ ہو اور اس کا اثر سالک کی رگ و پے میں نہ سما جائے اس کو مخالف ماحول سے دور رہنا ہی لازم ہے۔ مختصر یہ کہ جس بات، جس چیز یا جس آدمی کی وجہ سے اس کے ذکر اور خدا کی یاد میں ذرا سا بھی مخالف اثر پڑتا ہو اس کو چھوڑ دے اور یہ یاد رکھے کہ نہ اس دنیا میں کوئی کسی کے کام آتا ہے نہ آخرت ہی میں کچھ مدد کر سکتا ہے۔ یہ صرف خدا کی ذات ہی ہے جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتی ہے۔ خدا ہی اس دنیا میں اس کی مدد کرتا ہے اور خدا ہی مرنے کے بعد اس کے ساتھ ہو گا اور اس کی مدد کرے گا۔ (جاری ہے)

سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ

(سید غلام مرتضیٰ)

ہمارے سلسلہ کے بہت سے بھائیوں کی یہ دلی خواہش تھی کہ ہم حلقہ ذکر کے بعد جو شجرہ پڑھتے ہیں اس میں جن بزرگوں کے نام نامی لئے جاتے ہیں ان کے حالات و واقعات کے بارے میں بھی بھائیوں کو اگر آگاہی ہو جائے تو بھائیوں کے لئے زیادہ بہتر ہوگا میں بھی اس بارے میں کافی کھوج لگاتا رہا کہ کہیں سے اگر کوئی مواد مل جائے تو بھائیوں کو پیش کر سکوں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک سبب بن گیا اور مجھے یہ میٹریل بھی ایک کتاب سے حاصل ہو گیا۔ میری کوشش یہ ہے کہ ہر ماہ شجرہ سے متعلقہ ایک بزرگ کے حالات و واقعات ماہانہ رسالہ "فلاح آدمیت" میں شائع ہوتا رہے اس سلسلہ کی ابتداء حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کی جاتی ہے لیکن پہلے شجرہ خاندان عالیہ توحیدیہ جو کہ اللہ تعالیٰ کے پاک و بابرکت نام سے شروع ہو کر حضرت ابوبکرؓ کے نام نامی تک آتا ہے۔

خداوندا	بہ سر	اسم	اعظم
باسماء	و صفات	ذات	اکرم
بحق	سید و	سردار	آدم
محمد	مصطفیٰ فخر	دو	عالم
بحق	حضرت	صدیق	اکبر
رفیق	و یار	و ہمراز	پیمبر

(نوٹ از مصنف)

سید المرسلین رحمتہ للعالمین ﷺ کے خلفاء میں سے آپ پہلے خلیفہ ہیں۔ آپ نے اپنے علوم ظاہری و باطنی حضور ﷺ سے حاصل کیے۔ حضرت ابوبکرؓ کا نسب حضور ﷺ کے ساتھ جناب مرہ بن کعب کے ساتھ چھٹی پشت میں مل جاتا ہے۔ شجرہ نسب یہ ہے۔ ۱۔ابوبکر صدیقؓ ۲۔ابی قحافہ عثمان عامر ۳۔ کعب ۴۔ سعد ۵ تیم ٦ مرہ۔ آپ کی والدہ کا نام سلمٰی اور ان کی کنیت ام الخیر ہے۔ آپ کی پیدائش سنہ فیل سے دو سال چند روز کم چار ماہ بعد ہوئی۔ رحمتہ للعالمین ﷺ نے ارشاد مبارک فرمایا۔

ماصب اللہ فی صدری شیاء الا صبته فی صدر ابی بکر

ترجمہ! کوئی چیز اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے میرے سینہ میں نہیں ڈالی جس کو میں نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ)

کے سینہ میں نہ ڈال دیا ہو (مستدرک)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آخر عمر میں یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔

اما بعد فان اللہ عزوجل اتخذ صاحبکم وخلیلا ولو کنت متخذا خلیلا دون ربی لا تخذت ابابکر خلیلا لکن ھو شریک فی دینی وصاحبی الذی اوجبت لہ صحبتی فی الغار و خلیفتی فی امتی (بخاری و مسلم)

ترجمہ! "اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے تمہارے صاحب (صاحب سے مراد خود حضور ﷺ ہیں) کو اپنا خلیل بنایا ہے اگر میں اپنے پروردگار کے سوا کسی اور کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا' لیکن وہ میرے ساتھی ہیں میرے دین میں اور میرے ساتھی ہیں غار کے اور میرے خلیفہ ہیں میری امت میں" اور فرمایا۔

واللہ ما طلعت الشمس ولا غربت علی احد بعد النبیین والمرسلین علی افضل من ابی ابکر (ابوداؤد)

ترجمہ! "اللہ کی قسم پیغمبروں اور رسولوں کے بعد ابوبکر سے کسی اور افضل شخص پر آفتاب طلوع اور غروب نہ ہوا"۔ اور فرمایا کہ میں ابوبکرؓ کو تم سب سے جو بہتر جانتا ہوں وہ ان کے نماز روزہ کے سبب سے نہیں ہے بلکہ اس چیز کی وجہ سے جو ان کے دل میں ہے یعنی یقین کامل۔ سالم بن عبیدہؓ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کو اس بیماری کے زمانہ میں جس میں آپ کا وصال ہوا غنودگی کی حالت سے قدرے افاقہ ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ حاضرین نے عرض کیا کہ ہاں یارسول اللہ ﷺ نماز کا وقت ہو گیا' آپ نے فرمایا کہ "بلالؓ سے کہو اذان دے اور ابوبکرؓ سے کہو امامت کریں اور لوگوں کو نماز پڑھائیں" یہ کلمات فرما کر پھر آپ پر غنودگی طاری ہو گئی جب دوبارہ افاقہ ہوا تو پھر ارشاد فرمایا۔ "بلالؓ سے کہو اذان دے اور ابوبکرؓ سے کہو کہ امامت کریں اور نماز پڑھائیں" حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا "یارسول اللہ ﷺ میرے والد نرم دل آدمی ہیں جب امامت کریں گے اور آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو برداشت نہ کر سکیں گے۔ ان کی طبیعت بے قرار ہو جائے گی۔ آپ کسی اور کو ارشاد فرما دیں" اس کے بعد آپ ﷺ پر پھر غنودگی طاری ہو گئی جب افاقہ ہوا تو پھر تیسری بار بھی یہی ارشاد مبارک فرمایا "بلالؓ سے کہو اذان دے اور ابوبکرؓ نماز پڑھائیں ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ لوگوں نے بلالؓ سے کہا تب انہوں نے اذان کہی اور حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کہا تو وہ امامت کے لئے آگے بڑھے اور نماز پڑھانی شروع کی اس کے بعد جناب رسول اللہ ﷺ و اصحابہ و بارک وسلم نے اپنے مرض میں کمی محسوس فرمائی تو ارشاد فرمایا کہ تلاش کرو کسی ایسے شخص کو جس کا سہارا لے کر میں مسجد میں چلا جاؤں۔ پس بریدہؓ اور ایک دوسرے صحابیؓ آئے' آپ ان کے سہارے مسجد میں تشریف لے گئے۔ جب ابوبکرؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تو پیچھے ہٹنا چاہا' آپ ﷺ نے ارشاد

فرمایا۔ "اپنی جگہ پر قائم رہو" رحمتہ للعالمین ﷺ کے وصال شریف کے بعد مہاجرین خلافت کے بارے میں مشورہ کے لئے انصار کے پاس جمع ہوئے انصار کہنے لگے کہ ایک امیر ہماری طرف سے مقرر ہو اور ایک امیر تمہاری طرف سے سیدنا فاروق اعظمؓ نے ارشاد فرمایا کہ وہ کون ہے جس کی شان میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے کلام مقدس میں اس طرح کے تین کلمے نازل فرمائے ہیں۔

ثانی اثنین اذھما فی الغار اذیقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا

ترجمہ! کہ وہ دو میں سے دوسرا تھا جب دونوں غار میں تھے جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا تو غم نہ کھا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے

اس کے بعد حضرت عمرؓ نے کہا کہ اے ابو بکرؓ اپنا ہاتھ بڑھایئے' حضرت ابو بکرؓ نے ہاتھ بڑھایا۔ حضرت عمرؓ نے سب سے پہلے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی پھر اس کے بعد تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین نے خوش دلی کے ساتھ جس میں تمام مہاجرین و انصار تھے بیعت کی (کذا فی تاریخ الاسلام الامام الیافعی)

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد مبارک فرمایا۔

لو توزن ایمان ابی بکر مع ایمان الثقلین لرحج ایمان ابی بکر

ترجمہ! اگر ابو بکرؓ کے ایمان کا تمام جن و انس کے ایمان کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو ابو بکر کے ایمان کا پلہ بھاری رہے گا (سوائے انبیاء علیھم الصلوۃ والسلام کے) بیہقی)

ایک روز نبی کریم ﷺ سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم نے عرض کیا کہ آپ کے نزدیک تمام ازواج مطہرات میں سے زیادہ آپ کو کون محبوب ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد مبارک فرمایا۔ عائشہ (رضی اللہ عنہا) انہوں نے عرض کیا کہ مردوں میں سے کون؟ فرمایا اس کا باپ (ابو بکر صدیقؓ) (بخاری) حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ مسجد میں سوائے ابو بکر کے کسی کی کھڑکی باقی نہ رکھو (مشکوۃ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو نہیں جانتے تھے' پھر حضرت عمرؓ کو اور ان کے بعد حضرت عثمانؓ کو (مشکوۃ) رحمتہ للعالمین ﷺ نے ارشاد مبارک فرمایا۔ "وہ کون شخص ہے جس نے آج روزہ رکھ کر صبح کی ہو؟" حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا' حضور میں نے۔ آپ نے فرمایا وہ کون شخص ہے جو آج جنازہ کے ساتھ گیا ہو؟" حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا' حضور میں نے۔ آپ نے فرمایا "وہ کون ہے جس نے مسکین کو کھانا کھلا کر تسکین دی ہو؟ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا' حضور میں نے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا "وہ کون آدمی ہے جس نے آج کسی بیمار کی خبر گیری کی ہو؟" حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا' حضور میں نے۔ رحمت دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "یہ کام اسی آدمی میں جمع ہوتے ہیں جو جنت میں جائے گا" (مسلم)۔ (علاء

فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص بغیر حساب کے جنت میں جائے گا) حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک دن جبریل امین سے میں نے دریافت کیا کہ کیا میری امت کا قیامت کے روز حساب ہو گا۔ جبریل علیہ السلام نے جواب دیا ہاں لیکن ابوبکرؓ سے نہیں۔ کیونکہ انہیں کہا جائے گا اے ابوبکر جنت میں چلے جاؤ۔ وہ کہیں گے میں نہیں جاؤں گا جب تک دنیا میں مجھ سے محبت رکھنے والے میرے ساتھ جنت میں نہ جائیں۔ اللہ جل شانہ فرماویں گے اے ابوبکر اپنے دوستوں کو بھی جنت میں لے جاؤ کیونکہ میں نے اسی دن وعدہ کر لیا تھا جس دن تجھے دنیا میں پیدا کیا اور میں نے جنت کو کہہ دیا تھا جو بھی ابوبکر سے محبت رکھے گا وہ تیرے اندر ضرور داخل ہو گا (حضرت القدس) جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد مبارک فرمایا۔

لما ولد ابوبکر ن اطلع اللہ علی جنت عدن فقال و عزتی و جلالی لا ادخلک الا من احب ھذاالمولود

ترجمہ! "جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے خدا تعالیٰ نے جنت عدن پر تجلی فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم تجھ میں صرف اسی کو داخل کروں گا جو اس بچے (ابوبکر) کو دوست رکھے گا" (حضرات القدس)

ایک روز نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو خوشخبری دیتے ہوئے ارشاد فرمایا اعطاک اللہ الرضوان الاکبر "اے ابوبکر تجھے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے رضوان اکبر عطا فرمایا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا "یارسول اللہ رضوان اکبر کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا یتجلی للمومنین عامہ و یتجلی لک خاصہ "اللہ سبحانہ و تعالیٰ سب مسلمانوں کے لئے عام تجلی فرمائیں گے اور تمہارے لئے خصوصی تجلی فرماویں گے (حضرات القدس)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا وما لا حد عندنا یدا الا کافیناہ ماخلا ابابکر فان لہ عندنا یدا یکافیہ للہ تعالی (ترمذی) کسی آدمی کا مجھ پر احسان باقی نہیں ہے جس کا میں نے بدلہ نہ دیا ہو سوائے ابوبکر کے کہ اس کا مجھ پر ایسا احسان ہے جس کی جزا اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی دے گا اور فرمایا مانفعنی مال احد قط ما نفعنی مال ابی بکر فلو کنت متخذا خلیلا غیر ربی لا تخذت ابابکر خلیلا "مجھے ابوبکرؓ کے مال نے جو فائدہ پہنچایا کسی شخص کے مال نے وہ نفع نہیں دیا۔ اگر میں خدا تعالیٰ کے کسی اور کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکرؓ کو بناتا۔ (ترمذی)

رحمتہ للعالمین ﷺ کے ساتھ آپ کی محبت

ابتدائے اسلام میں جو شخص مسلمان ہوتا تھا وہ اپنے اسلام کو حتی الوسع مخفی رکھتا تھا' رحمتہ للعالمین ﷺ کی طرف سے بھی اس وجہ سے کہ ان کو کفار سے اذیت نہ پہنچے اخفا کی تلقین ہوتی تھی جب مسلمانوں کی تعداد انتالیس تک پہنچی تو سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اظہار کی درخواست کی کہ کھلم کھلا

علی الاعلان تبلیغ کی جائے۔ رحمتہ للعالمین ﷺ نے اول انکار فرمایا مگر سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اصرار پر قبول فرمالیا اور ان سب حضرات کو ساتھ لے کر مسجد الحرام بیت اللہ شریف میں تشریف لے گئے۔ سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تبلیغی خطبہ شروع فرمایا۔ یہ سب سے پہلا خطبہ تھا جو اسلام میں پڑھا گیا۔ رحمتہ للعالمین ﷺ کے چچا سید الشہدا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اسی دن اسلام میں داخل ہوئے آپ کے تین دن بعد سیدنا حضرت عمرؓ مشرف باسلام ہوئے۔

خطبہ کا شروع ہونا تھا کہ چاروں طرف کفار و مشرکین مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بھی باوجود یہ کہ مکہ مکرمہ میں ان کی عام طور پر عظمت و شرافت مسلم تھی۔ اس قدر مارا کہ تمام چہرہ مبارک خون سے بھر گیا ناک کان سب لہولہان ہو گئے، پہچانے نہ جاتے تھے اس دردناک ظالمانہ مار کی وجہ سے آپ بے ہوش ہو گئے۔ بنو تیم یعنی سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کے قبیلہ کے لوگوں کو خبر ہوئی تو وہ وہاں سے اٹھا کر لائے کسی کو بھی اس پر تردد نہ تھا کہ آپؓ اس وحشیانہ حملہ سے زندہ بچ سکیں گے۔ بنو تیم مسجد الحرام میں آئے اور اعلان کیا کہ اگر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اس حادثہ میں وفات ہو گئی تو ہم ان کے بدلہ میں عتبہ بن ربیعہ کو قتل کریں گے۔ عتبہ نے سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مارنے میں بہت زیادہ بدبختی کا اظہار کیا تھا۔ شام تک آپؓ بالکل بے ہوش رہے باوجود بار بار آوازیں دینے کے بولنے یا بات کرنے کی نوبت نہ آئی، شام کو بصد مشکل آپ کو ہوش آئی تو سب سے پہلا جملہ جو آپؓ کی زبان مبارک سے نکلا یہ تھا کہ "رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے" آپ کے قبیلہ کے لوگ جو اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے انہوں نے اس بات پر بہت ملامت کی کہ ان ہی کی وجہ سے یہ مصیبت آئی اور دن بھر موت کے منہ میں گذارنے کے بعد بات کی تو وہ بھی حضور ﷺ کی محبت اور آپ ﷺ کا ہی خیال ہے۔

لوگ پاس سے اٹھ کر چلے گئے کہ بددلی بھی تھی اور یہ بھی کہ آخر کچھ جان باقی ہے کہ بولنے کی نوبت آئی، وہ لوگ آپ کی والدہ حضرت ام الخیرؓ سے کہہ گئے کہ ان کے کھانے پینے کے لئے کسی چیز کا انتظام کر دیں۔ والدہ محترمہ کچھ تیار کر کے لائیں اور کھانے پر اصرار کیا مگر حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ بار بار یہی فرماتے تھے کہ حضور ﷺ کا کیا حال ہے آپ پر کیسے گذری؟ آپؓ کی والدہ نے فرمایا کہ مجھے تو خبر نہیں کہ کیا حال ہے۔ آپؓ نے فرمایا کہ ام جمیل (حضرت عمرؓ کی بہن) کے پاس جا کر دریافت کر لو کہ حضور ﷺ کا کیا حال ہے۔ آپؓ کی والدہ محترمہ آپ کی اس بے تابانہ درخواست کو پورا کرنے کے لئے حضرت ام جمیلؓ کے پاس گئیں۔ رحمتہ للعالمین کا حال دریافت کیا۔ وہ بھی عام دستور کے مطابق اس وقت تک اپنے اسلام کو چھپائے ہوئے تھیں فرمانے لگیں میں کیا جانوں کون محمد ﷺ اور کون ابوبکر۔

تیرے بیٹے کی حالت سن کر بہت رنج ہوا۔ اگر تو کہے تو میں چل کر اس کی حالت دیکھوں' حضرت ام الخیر نے قبول فرمایا وہ ساتھ آگئیں اور حضرت ابوبکرؓ کی حالت دیکھ کر تحمل نہ کر سکیں' بے تحاشا رونا شروع کیا کہ بد کرداروں نے کیا حال کر دیا' اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کو کیے کی سزا دے۔ سیدنا حضرت ابوبکرؓ نے پھر پوچھا کہ حضور ﷺ کا کیا حال ہے؟ حضرت ام جمیلؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی والدہ محترمہ کی طرف اشارہ کیا کہ وہ سن رہی ہیں۔ آپؓ نے فرمایا کہ ان سے خوف نہ کرو تو ام جمیلؓ نے رحمتہ للعالمین ﷺ کی خیریت سنائی اور کہا کہ بالکل صحیح و سالم ہیں۔ آپؓ نے پوچھا کہ اس وقت کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ارقمؓ کے گھر تشریف فرما ہیں۔ آپؓ نے فرمایا کہ مجھ کو خدا کی قسم کہ اس وقت تک کوئی چیز نہ کھاؤں گا نہ پیوں گا جب تک حضور ﷺ کی زیارت نہ کرلوں۔ آپ کی والدہ کو تو بے قراری تھی کہ آپ کچھ کھا پی لیں لیکن آپ نے قسم کھالی والدہ انتظار کرنے لگیں کہ لوگوں کی آمد و رفت بند ہو جائے مبادا کوئی دیکھ لے اور اذیت نہ پہنچائے۔ جب رات کا بہت سا حصہ گذر گیا تو حضرت ابوبکرؓ کو ساتھ لے کر رحمتہ للعالمین ﷺ کے حضور حضرت ارقمؓ کے گھر پہنچیں۔ سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ حضور ﷺ سے لپٹ گئے اور رونے لگے۔ حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی رونے لگے۔ حضرت ابوبکرؓ کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا۔ "یارسول اللہ ﷺ یہ میری والدہ ہیں۔ آپ ﷺ ان کے لئے ہدایت کی دعا فرمادیں اور ان کو اسلام کی تبلیغ بھی فرمادیں۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی' اس کے بعد اسلام کی دعوت دی' وہ اسی وقت مسلمان ہو گئیں۔ الحمدللہ رب العالمین

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خصوصیات

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رحمتہ للعالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "میری امت میں سب سے زیادہ میری امت پر مہربان حضرت ابوبکرؓ ہیں (ترمذی)

جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم غار میں میرے ساتھ رہے اور حوض کوثر پر بھی میرے ساتھ ہو گے (ترمذی) اور فرمایا جس جماعت میں ابوبکرؓ موجود ہوں اس کے لئے زیب نہیں کہ ابوبکرؓ کے سوا کوئی دوسرا امامت کرے (ترمذی)

حضرت جبیر بن مطعمؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت رحمتہ للعالمین ﷺ کے پاس آئی اور آپ ﷺ سے کسی معاملہ میں گفتگو کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر آنا اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ

فرمایئے کہ اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں یعنی آپ کا وصال شریف ہو جائے تو کس کے پاس جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر ابوبکرؓ کے پاس جانا (بخاری و مسلم) حضرت خدیفہؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ ارشاد مبارک فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے کہ میں نہیں جانتا کہ میرا رہنا تم لوگوں کے درمیان کس قدر ہے لہٰذا اقتدا کرنا ان دونوں کی جو میرے بعد ہوں گے ابوبکرؓ و عمرؓ (ترمذی) آپؓ سب سے پہلے اسلام لائے۔ جب رحمتہ للعالمین ﷺ کو معراج شریف ہوئی تو سب سے پہلے آپؓ نے تصدیق کی تو صدیق اور عتیق دونوں القاب رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمائے۔ نسب مبارک چھٹی پشت میں جناب رسول اللہ ﷺ میں شامل تھے۔ ساری امت میں خلیفہ رسول اللہ ﷺ صرف آپ پکارے گئے بعد کے خلفائے عظام امیر المومنین کہہ کر پکارے گئے۔ اسلام میں سب سے پہلا خطبہ بیت اللہ شریف میں آپؓ نے پڑھا۔ اس میں سب سے پہلی مسجد آپ نے اپنے مکان کے سامنے بنوائی۔ رحمتہ للعالمین کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت کا شرف عظیم حاصل ہوا۔ جب کفار مکہ رحمتہ للعالمین واصحابہ وبارک وسلم کے قتل کے لئے جمع ہوئے اور آپ ﷺ کے مکان کا محاصرہ کر لیا آپ ﷺ اس محاصرہ سے نکل کر حضرت صدیق اکبرؓ کے گھر تشریف لائے اور ان کو سفر ہجرت اور اپنی رفاقت کی خوشخبری سنائی۔ حضرت اکبرؓ فوراً تیار ہو گئے اور اپنی دو اونٹنیاں ایک معتمد راز دار کے سپرد کیں کہ تین روز کے بعد فلاں مقام پر لے آنا۔ رحمتہ للعلمین ﷺ اور آپؓ پا پیادہ غار ثور کی طرف چلے پیادہ چلنے کی وجہ سے آپ ﷺ کے پاؤں مبارک زخمی ہو گئے تو حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ رحمتہ للعالمین ﷺ کو اپنے کندھوں پر بٹھا کر غار ثور تک لے گئے۔ یہ کتنا شرف عظیم اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے عطا فرمایا۔

پھر حضرت صدیق اکبرؓ نے آپ ﷺ کو غار کے باہر بٹھا کر خود اندر جا کر غار کو صاف کیا، اپنی چادر کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے غار کے سوراخوں کو بند کیا۔ آپ ﷺ غار کے اندر تشریف لائے اور اپنے رفیق و مونس کے زانوں پر سر مبارک رکھ کر مشغول استراحت ہو گئے۔ اتفاقاً اسی حالت میں ایک سوراخ سے جو بند ہونے سے رہ گیا تھا، ایک زہریلے سانپ نے سر نکالا، آپ نے فوراً اس سوراخ پر اپنا پاؤں رکھ دیا تھا کہ حضور ﷺ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے اس سانپ نے آپ کے پاؤں پر کاٹا اس کی وجہ سے آپ بے تاب ہو گئے اور آنکھوں میں آنسو آ گئے لیکن آپ نے اپنے جسم کو حرکت نہ دی کہ حضور ﷺ کے آرام میں خلل نہ پڑے۔ اتفاقاً آنسوؤں کا ایک قطرہ ڈھلک کر آپ ﷺ کے چہرہ انور پر پڑا آپ فوراً بیدار ہو گئے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کو بے چین دیکھ کر فرمایا ابوبکرؓ کیا ہے؟ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ سانپ نے کاٹا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنا لعاب مبارک اس مقام پر لگایا سانپ کا اثر ختم ہو گیا۔

حضرت صدیق اکبرؓ کے نوجوان فرزند ارجمند حضرت عبداللہؓ تین رات غار میں رہے صبح منہ اندھیرے غار سے نکل کر مکہ مکرمہ چلے جاتے تھے اور دن بھر کی خبریں رات کو پہنچاتے تھے۔

حضرت صدیق اکبرؓ کے غلام عامر بن فہیرہؓ تینوں رات غار میں کھانا لاتے رہے۔

کفار مکہ نے اعلان کیا کہ جو کوئی رحمتہ للعالمین ﷺ یا حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو گرفتار کر کے لائے اسے سو اونٹ انعام دیا جائے گا' اس انعام کے لالچ میں کئی کفار آپ کی تلاش میں نکلے جنہوں نے کوئی آبادی' ویرانہ' جنگل اور پہاڑ نہ چھوڑا جہاں تلاش نہ کیا ہو حتیٰ کہ ایک گروہ غار ثور پر بھی پہنچ گیا' حضرت سیدنا صدیق اکبر ؓ بہت گھبرائے اور عرض کیا یا رسول ﷺ اگر یہ لوگ ذرا نیچے کی طرف نگاہ کریں تو ہمیں فوراً دیکھ لیں گے۔ رحمتہ للعالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ لا تحزن ان للہ معنا "غم نہ کریں اللہ ہمارے ساتھ ہے" اس تسلی و اطمینان سے آپ ؓ مطمئن ہوئے اور وہ کفار مایوس ہو کر چلے گئے۔

چوتھے روز یہ کارواں مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوا' اب اس قافلہ میں دو کے بجائے چار حضرات تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے راستہ کی خدمات کے لئے اپنے پیچھے عامر بن فہیرہ ؓ کو بٹھالیا حضرت عبداللہ بن اریقط آگے آگے راستہ بتاتے جاتے تھے۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر ؓ آپ ﷺ کی حفاظت کی خاطر کبھی آگے اور کبھی پیچھے ہو جاتے تھے۔ اسی اثنا میں سراقہ بن جعشم قریش کا ہرکارہ گھوڑا دوڑاتا ہوا قریب پہنچ گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ خوف زدہ ہو کر عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ﷺ سراقہ آگیا۔ رحمتہ للعالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا لا تحزن ان اللہ معنا "خوف نہ کریں اللہ ہمارے ساتھ ہے" سراقہ کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے' اس نے حضور ﷺ سے امان طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو زمین سے نجات دے دی اور وہ واپس چلا گیا۔

راستہ میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے ایک سایہ دار چٹان کے نیچے آپ ﷺ کو بٹھایا اور خود کھانے پینے کی چیز کی تلاش میں نکلے' اللہ نے ایک چرواہے کو اس چٹان کی طرف بھیج دیا۔ آپ ؓ نے اس سے دودھ لیا اور اس میں ٹھنڈا پانی ملا کر رحمتہ للعالمین ﷺ کے حضور میں پیش کیا اور اصرار کر کے پلایا۔ اور فرمایا شرب حتی رضیت آپ نے پیا اور میں خوش ہو گیا۔

یہ وہ خصوصیات تھیں جن کے متعلق حضرت سیدنا عمر ؓ نے فرمایا کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق ؓ صرف شب غار کی اپنی خدمت اور (تحفظ ختم نبوت) قتال مرتدین کا کارنامہ مجھے دے دیں اور میری ساری عمر کے تمام اعمال لے لیں تو میں ہی فائدہ میں رہوں گا۔

رحمتہ للعالمین ﷺ کے وصال شریف کی خبر سن کر عرب کے بعض قبائل مرتد ہو گئے اور طرح طرح کی بغاوتیں رونما ہوئیں بعض مدعیان نبوت اٹھ کھڑے ہوئے جن میں ایک مسیلمہ کذاب تھا جس نے رسول اللہ ﷺ کے اخیر وقت میں سر اٹھایا تھا اور ایک خط بھی بھیجا تھا اور انہی مدعیان نبوت میں اسود عنسی بھی تھا اور سجاح نامی ایک عورت بھی تھی۔ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے ان سب مرتدوں اور نبوت کے مدعیان کا قتال فرما کر رحمتہ للعالمین ﷺ کے ارشاد عالی کے مطابق من ارتد عن دینہ فاقتلوہ جو دین سے پھر جائے اسے قتل کر دو۔ قیامت تک کے لئے دعویٰ نبوت کرنے والے اور ان کے حواریوں کے لئے طریقہ مقرر فرما دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت میں آسمان سے دنیا پر تشریف

لائیں گے تو حضور علیہ السلام کی شرع متین پر عمل فرماویں گے اور حضور علیہ السلام کا ہی کلمہ پڑھیں گے اور پڑھائیں گے، قیامت تک کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔ جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے وہ کذاب اور مرتد واجب قتل ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے ارشادات مبارکہ

------○ فرمایا کہ جو شخص اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی محبت کا مزہ چکھ لیتا ہے پھر اس کو طلب دنیا کی فرصت نہیں ملتی اور انسانوں سے اس کو وحشت ہوتی ہے۔

------○ فرمایا کہ جب کسی شرابی کو گرفتار کرتا ہوں تو دل میں یہ آرزو ہوتی ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس کی ستر پوشی فرمائیں اور جب کسی چور کو گرفتار کرتا ہوں تو اس وقت بھی یہی آرزو دل میں ہوتی ہے۔ اللہ اکبر کس قدر شفقت خلق اللہ پر تھی۔

------○ ایک روز ایک پرندے کو درخت پر دیکھا فرمایا اے پرندے تجھے خوشی ہو اللہ کی قسم میرا دل چاہتا ہے کہ میں بھی تیرے مثل ہو جاتا تو جس درخت پر چاہتا ہے بیٹھ جاتا ہے اور جو پھل چاہتا ہے کھالیتا ہے اور تیرے اوپر نہ کوئی حساب ہے نہ عذاب، کاش میں سڑک کے کنارے کا درخت ہوتا اور کسی اونٹ کا میرے اوپر گذر ہوتا اور مجھے اپنے منہ میں رکھ کر چبالیتا پھر میں مینگنی بن کر نکل جاتا، انسان نہ ہوتا۔

ف! یہ تھی خوف خدا کی انتہا

------○ ایک مرتبہ ایک شکار آپؓ کے سامنے لایا گیا تو فرمایا جب کوئی شکار مارا جاتا ہے یا کوئی درخت کاٹا جاتا ہے تو اس کا سبب یہی ہوتا ہے کہ اس نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی تسبیح ضائع کر دی۔

------○ بسا اوقات اونٹ پر سوار ہوتے اور مہار گر جاتی تو اونٹ کو بٹھلا کر نیچے اترتے اور مہار کو خود اٹھاتے لوگ کہتے کہ حضرت آپ نے ہمیں حکم کیوں نہ فرمایا ہم اٹھا دیتے تو فرماتے کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ کسی انسان سے کچھ سوال نہ کروں۔

------○ حضرت عبداللہ بن حکیم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ نے خطبہ پڑھا تو فرمایا اے لوگو میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے ڈرو اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی تعریف ایسی کرو جس کا وہ سزاوار ہے۔ امید اور خوف دونوں کو ملحوظ رکھو اور دعا مانگنے کے الحاف بھی اختیار کرو (الحاف) چمٹنے کو کہتے ہیں بعض اوقات دیکھا ہوگا کہ فقیر چمٹ جاتے ہیں لیے بغیر جان نہیں چھوڑتے، اسی طرح اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے چمٹ جانا) دیکھو خدا تعالیٰ نے زکریا علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کی تعریف میں فرمایا۔

انهم كانوا يسارعون فى الخيرات ويدعوننا رغبا ورهبا وكانوا لنا خاشعين ○

ترجمہ! وہ لوگ نیکیوں کی طرف دوڑتے تھے اور ہم کو امید و خوف کے ساتھ پکارتے تھے اور ہمارے سامنے عاجزی کرتے تھے۔ اے اللہ کے بندو خوب سمجھ لو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے حق میں تمہاری جانوں کو گروی کر دیا ہے اور اس پر تم سے عہد لے لیے ہیں اور تم سے قلیل فانی (یعنی دنیا کو) بعوض کثیر باقی (یعنی جنت نعیم آخرت) کے مول لے لیا ہے۔ یہ اللہ کی کتاب تم میں موجود ہے جس کے عجائب کبھی ختم نہ ہوں گے جس کی روشنی کبھی گل نہ ہو گی لہٰذا تم کلام الٰہی کی تصدیق کرو اور اللہ کی کتاب سے نصیحت حاصل کرتے رہو اور تاریکی والے دن کے لئے اس سے بینائی حاصل کرو تم کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی عبادت کے لئے ہی پیدا کیا ہے اور تم پر کراما کاتبین (یعنی اعمال کے لکھنے والے فرشتوں) کو مسلط کیا ہے جو کچھ تم کرتے ہو وہ فرشتے جانتے ہیں۔ اے اللہ کے بندو تم ہر صبح اور ہر شام (یعنی ہر لحظہ) اس میعاد سے قریب ہوتے جاتے ہو جس کا علم تم سے غائب ہے پس اگر تم سے ہو سکے کہ تمہاری عمریں اس حال میں ختم ہوں کہ تم اللہ کے کام میں مشغول ہو تو ایسا ہی کرو مگر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مدد کے بغیر تم ایسا نہیں کر سکتے لہٰذا اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے مدد مانگو اے لوگو اپنی عمر کی مہلتوں میں نیکیوں کی طرف سبقت کرو، قبل اس کے کہ تمہاری عمریں ختم ہو جائیں اور تم کو اپنی بداعمالیوں سے سابقہ پڑے، کچھ لوگوں نے اپنی زندگیاں غیروں کے لئے صرف کر دیں اور اپنی جانوں کو فراموش کر دیا میں تم کو منع کرتا ہوں کہ تم ایسے نہ بنو۔

۔۔۔۔۔۔O حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ سیدنا صدیق اکبرؓ کبھی خطبے میں انسان کی پیدائش کا حال بیان فرماتے تو کہتے کہ انسان دو مرتبہ مقام نجاست سے نکلا ہے (یعنی ایک مرتبہ صلب پدر سے اور ایک مرتبہ شکم مادر سے) اس وقت یہ کیفیت ہوتی تھی کہ ہر شخص اپنے آپ کو نجس سمجھنے لگتا تھا۔ فرماتے تھے کہ اے لوگو خدا کے خوف سے روؤ اگر رونا نہ آئے تو رونے کی کوشش کرو۔ ایک روز اپنے خطبے میں فرمایا کہ وہ حسین کہاں گئے جن کے چہرے خوبصورت تھے جن کو اپنی جوانی پر ناز تھا وہ بادشاہ کہاں گئے جنہوں نے شہر آباد کیے تھے وہ بہادر کہاں گئے جو میدان جنگ میں ہمیشہ غالب رہتے تھے زمانے نے ان کو ہلاک کر دیا اور وہ قبر کی تاریکیوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ فرمایا کرتے خبردار کوئی مسلمان کسی مسلمان کو حقیر نہ سمجھے کیونکہ چھوٹے درجے کا مسلمان بھی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے نزدیک بڑا ہے۔ فرمایا کرتے کہ ہم نے بزرگی کو تقویٰ میں پایا اور تونگری کو یقین میں اور عزت کو تواضع میں۔ ایک روز خطبہ پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ پچھلے سال گرمیوں میں میرے حبیب ﷺ نے فرمایا تھا، یہ کہہ کر رونے لگے (بصد مشکل اپنے پر قابو پایا) پھر فرمایا کہ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی بخشش اور دنیا و آخرت کی عافیت طلب کیا کرو۔ اور فرمایا کرتے سچ بولنا اور نیکی کرنا جنت میں ہے، جھوٹ بولنا اور بدکاری کرنا دوزخ میں ہے۔ فرمایا کرتے اے اللہ کے بندو آپس میں قطع تعلق نہ کرو، بغض نہ رکھو، ایک دوسرے پر حسد نہ کرو اور بھائی بھائی ہو کے رہو جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے تم کو حکم دیا ہے۔ فرمایا کرتے

تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا ہے کہ اپنی لونڈی غلاموں کو اولاد کی طرح رکھو ان کو وہی کھلاؤ جو تم کھاتے ہو، وہی پہناؤ جو تم پہنتے ہو۔ آپ ؓ اکثر یہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ یااللہ مجھے حق دکھا اور حق کی پیروی کی توفیق دے اور مجھے باطل کی پہچان دے اور اس سے بچنے کی توفیق عطا فرما اور حق و باطل کو میرے اوپر مشتبہ نہ کرنا ورنہ میں ہوائے نفسانی کے تابع ہو جاؤں گا۔ آخری وقت حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ ؓ نے اکثر درد انگیز حسرت آمیز شعر پڑھا تو فرمایا نہ کہو بلکہ یہ آیت پڑھو وجاءت سکرۃ الموت بالحق ذالک ما کنت منہ تحید آ گئی غفلت موت کی۔ ساتھ حق کے۔ یہی وہ چیز ہے اے انسان جس سے تو بھاگتا تھا۔

خشیت الٰہی

رحمتہ للعالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں سب سے پہلے (حضرت) ابوبکر ؓ جنت میں داخل ہوں گے۔ اس خوشخبری کے باوجود آپ ؓ اکثر ارشاد فرمایا کرتے کہ کاش میں کوئی درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا۔ کبھی فرماتے کاش میں کوئی گھاس ہوتا کہ جانور اس کو کھا لیتے کبھی فرماتے کہ کاش میں کسی مومن کے بدن کا بال ہوتا۔ ایک مرتبہ ایک باغ میں تشریف لے گئے وہاں ایک جانور کو بیٹھا دیکھ کر ٹھنڈا سانس بھرا اور فرمایا کہ تو کس قدر لطف میں ہے کہ کھاتا ہے پیتا ہے درختوں کے سائے میں پھرتا ہے اور آخرت میں تجھ پر کوئی حساب کتاب نہیں۔ کاش ابوبکر ؓ بھی تجھ جیسا ہوتا۔ حضرت ربیعہ اسلمی ؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی بات پر مجھ میں اور حضرت صدیق اکبر ؓ میں کچھ بات بڑھ گئی تو آپ ؓ نے مجھے کچھ سخت لفظ کہہ دیا جو مجھے ناگوار گذرا (لیکن میں خاموش رہا اور کوئی جواب نہ دیا) فوراً ان کو خیال ہوا مجھ سے فرمانے لگے کہ تو بھی مجھے کہہ دے تاکہ بدلہ ہو جائے میں نے کہنے سے انکار کیا تو انہوں نے فرمایا تو کہہ لو ورنہ میں حضور ﷺ سے جا کر عرض کروں گا میں نے اس پر بھی کوئی جوابی لفظ کہنے سے انکار کیا تو آپ ؓ اٹھ کر چلے گئے، قبیلہ بنو اسلم کے کچھ لوگ پاس تھے وہ کہنے لگے کہ یہ بھی اچھی بات ہے کہ خود ہی تو بات کہی اور خود ہی الٹی حضور ﷺ و اصحابہ و بارک وسلم سے شکایت کریں۔ میں نے کہا تم جانتے بھی ہو یہ کون ہیں؟ یہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ ہیں اگر یہ خفا ہو گئے تو اللہ کا لاڈلا رسول ﷺ مجھ سے خفا ہو جائے گا اور ان کی خفگی سے اللہ جل شانہ ناراض ہو جائیں گے تو ربیعہ کی ہلاکت میں کیا تردد ہے، اس کے بعد خود رحمت للعالمین ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا واقعہ عرض کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے تجھے

جواب میں اور بدلہ میں کچھ نہیں کہنا چاہیے۔ البتہ اس کے بدلہ میں یوں کہہ کہ اے ابوبکرؓ اللہ تمہیں معاف فرمادیں۔ یہ تھا ان کے دل میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا خوف کہ ایک معمولی سا کلمہ کہنے پر اس قدر فکر ہوا کہ اول خود حضرت ربیعہؓ کو بدلہ لینے کی درخواست کی اور پھر حضور ﷺ کے ذریعہ سے اس کا ارادہ فرمایا کہ کسی طرح ربیعہؓ بدلہ لے لیں۔ آج ہماری یہ حالت ہے کہ بلا سوچے سمجھے سینکڑوں باتیں ایک دوسرے کو کہہ دیتے ہیں لیکن کبھی دل میں یہ خیال بھی نہیں آیا کہ کل قیامت کے دن اس کا بدلہ دینا ہو گا اور حساب کتاب ہو گا۔ (اعاذنا اللہ منہا)

آپؓ کے لئے بیت المال سے وظیفہ

آپؓ کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ جب خلیفہ بنائے گئے تو حسب معمول چند چادریں ہاتھ پر ڈال کر بازار میں فروخت کے لئے لے گئے راستہ میں حضرت عمرؓ ملے۔ پوچھا کہاں جا رہے ہیں؟ فرمایا بازار جا رہا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ اگر آپ کاروبار کریں گے تو خلافت کے کام کا کیا ہو گا؟ تو فرمایا کہ اہل و عیال کو کہاں سے کھلاؤں؟ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ ابوعبیدہؓ جن کو حضور ﷺ نے امین ہونے کا خطاب دیا ہے، ان کے پاس چلیں، وہ آپ کے لئے بیت المال سے کچھ وظیفہ مقرر کر دیں تاکہ آپ سکون کے ساتھ خلافت کے کام انجام دے سکیں دونوں حضراتؓ ان کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے ایک مہاجری کو جو اوسطاً ملتا تھا، اس سے نہ کم نہ زیادہ مقرر فرما دیا (اللہ اکبر یہ تھی خلیفہ کی تنخواہ) ایک مرتبہ زوجہ محترمہ نے عرض کیا کہ کوئی میٹھی چیز کھانے کو جی چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس تو دام نہیں کہ میں خرید سکوں۔ اہلیہ نے عرض کیا کہ ہم روز کے کھانے سے کچھ تھوڑا تھوڑا بچا لیا کریں۔ کچھ دنوں میں اتنی مقدار ہو جائے گی۔ آپؓ نے اجازت دے دی۔ اہلیہ نے کئی روز میں کچھ تھوڑے سے پیسے جمع کیے۔ آپؓ نے فرمایا کہ تجربہ سے معلوم ہوا کہ اتنی مقدار ہمیں بیت المال سے زیادہ ملتی ہے۔ اہلیہ نے جو جمع کیا تھا وہ بیت المال میں جمع کروا دیا اور آئندہ کے لئے اپنی مقدار کی جتنی کی گئی تھی اپنی تنخواہ میں کمی کرا دی (حکایات صحابہؓ)

وصال شریف کے وقت وصیت

جب آپؓ کے وصال کا وقت قریب آیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو وصیت فرمائی کہ میری ضرورتوں میں سے جو چیزیں بیت المال کی ہیں وہ میرے بعد آنے والے خلیفہ کے حوالے کر دی جائیں حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپؓ کے پاس کوئی دینار یا درہم نہیں تھا۔ ایک اونٹنی دودھ کی، ایک پیالہ، ایک خادم تھا۔ بعض روایات میں ایک اوڑھنا اور ایک بچھونا بھی آیا ہے۔ یہ اشیا جب حضرت عمرؓ کے

پاس پہنچیں تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ سبحان و تعالیٰ ابوبکرؓ پر رحم فرمائیں کہ اپنے سے بعد والے کو مشقت میں ڈال گئے (حکایات صحابہؓ)

دنیا سے بے رغبتی

امام زہری روایت کرتے ہیں کہ جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ کے دست مبارک پر بیعت خلافت کرلی تو آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور خطبہ دیا' خطبہ کے درمیان میں فرمایا واللہ ماکنت حربصا علی الا مارۃ یوما ولیله قط ولا کنت فیھا راغبا ولا سئلتھا اللہ تعالی سرا و علانیه ومالی فی الا مارۃ من راحه "اللہ کی قسم میں امارت پر حریص نہیں تھا' ہرگز دن اور رات میں کبھی میرے دل میں اس کا خیال نہیں گذرا۔ اور نہ کبھی ظاہر اور پوشیدہ اللہ سے اس کی درخواست کی اور مجھے اس میں کوئی خوشی بھی نہیں ہے (کشف المحجوب) اور آپ نے ایک مرتبہ فرمایا دارنا فانیه واحوالنا عاریه وانفاسنا معدودۃ وکسلنا موجود "ہمارا گھر فانی ہے ہمارے حالات عارضی ہیں اور ہمارے سانس گنتی کے ہیں اور ہم غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کا زمانہ خلافت دو سال چار ماہ تھا بعض روایات میں تین ماہ سات روز اور بعض میں اڑھائی سال مذکور ہیں' آپ کی عمر مبارک تریسٹھ سال حضور ﷺ کے مطابق ہوئی' تاریخ وصال میں اختلاف ہے۔ تئیس جمادی الاول یا اٹھائیس جمادی الاول بعض کے نزدیک تیس جمادی الاخر منگل کی رات میں مغرب اور عشاء کے درمیان ۱۳ ھ کو آپ نے وصال فرمایا۔ انا للہ وانا الیه راجعون○ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کی بیوی اسما بنت عمیسؓ نے آپ کو غسل دیا اور پرانے دو کپڑوں میں کفنایا گیا۔ امیر المومنین سیدنا عمر فاروقؓ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ نماز جنازہ ادا فرمائی اور سرور کائنات ﷺ کے قدم مبارک کے قریب روضہ مطہرہ میں مدفون ہوئے۔ آپ نے وصال کے وقت وصیت فرمائی تھی کہ میرے تابوت کو رحمتہ للعالمین ﷺ کے حجرہ مبارک (روضہ مطہرہ) پر لے جانا اور عرض کرنا السلام علیک یارسول اللہ یہ ابوبکر حاضر ہے اگر دروازہ کھل جائے تو مجھے وہاں دفن کر دینا ورنہ بقیع میں لے جانا' راوی کہتے ہیں کہ جب ہم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وصیت پر عمل کیا تو ابھی وہ کلمات پورے نہ کہہ پائے تھے کہ دروازہ کھل گیا اور ہمارے کانوں نے ایک آواز سنی ادخلوا الحبیب الی الحبیب "حبیب کو اپنے حبیب کے پاس لے آؤ" رضی اللہ تعالیٰ عنه و رضوا عنه آپ کی تاریخ وصال کلمہ احد ۱۳ھ سے نکلتی ہے۔

تعبیر کی دو غلطیاں

(کے ایم اعظم)

1947ء میں انسانوں کے جم غفیر نے ایک منفرد اور عظیم مملکت کے خواب اپنی آنکھوں میں سجائے ہوئے پاکستان کی خون آشام سرحدیں عبور کی تھیں۔ ہر چند کہ پاکستان کو معرض وجود میں آئے ہوئے اب 53 طویل برس گذر چکے ہیں' مگر ہمارے بے کس عوام کے وہ خواب ابھی تک شرمندہ تعبیر نہیں ہوئے۔

قومی اصلاح کے لئے ہمارے ہم وطنوں کے اٹھائے ہوئے پر عزم اقدام بار بار زمینی حقائق کی سنگلاخ چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو چکے ہیں۔ موجودہ حالات میں ایک عام شہری کو شدید پریشانیوں کا سامنا ہے اور وہ بے بسی کے عالم میں کسی نجات دہندہ "مہدی یا مسیحا کے ظہور کا منتظر ہے۔ 12 اکتوبر 1999ء کی تبدیلی کا پر اشتیاق استقبال کرنے کے بعد عوام ایک بار پھر انقلاب کے ظہور سے ناامید ہو کر دل شکستگی اور نفسیاتی پژمردگی کا شکار ہو رہے ہیں اور اب تو یہ خطرہ بھی لاحق ہو گیا ہے کہ کہیں وہ پاکستان سے ہی مایوس نہ ہو جائیں۔

ملک کے اکابرین اور دانشور استحکام پاکستان کے لئے متنوع انواع کی تجویزات اور لائحہ عمل تشکیل کر رہے ہیں۔ آج کل ان میں ایک ہیجانی کیفیت پائی جاتی ہے۔ شاید اس لئے کہ مسائل گھمبیر ہیں اور وقت بہت کم۔ بے شک ان کی یہ کوششیں قابل تحسین ہیں مگر ان سب میں ایک ہی کمی پائی جاتی ہے اور وہ ہے کہ ہمارے سب مصلحین کی توجہ فروعی مسائل اور زمینی مشکلات پر مرکوز رہتی ہے' جب کہ حقیقی مسائل پر کوئی توجہ صرف نہیں کی جاتی۔ شاید اس بنیادی غلطی کی وجہ سے قومی اصلاح کا کوئی لائحہ عمل متوقع نتائج برآمد کرنے سے قاصر رہ جاتا ہے۔ بقول حضرت سعدیؒ۔

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

ہماری قوم تعبیر کی دو بنیادی غلطیوں کی وجہ سے پریشان حال ہے اور اسے مسلسل کوشش کے باوجود قومی انحطاط کا کوئی حل نظر نہیں آ رہا۔ پہلی تعبیر کی غلطی ہمارے ممدوح سر سید احمد خان سے

ہوئی جب انہوں نے قوم رسول ہاشمی کی ترکیب کو اقوام مغرب پر قیاس کر کے اسے زوال سے نکالنے کا جو طریق کار مادہ پرستی، ملازمتوں کے حصول اور انگریزوں کی رضاجوئی کی شکل میں پیش کیا وہ دور اندیشی اور تاریخ کے عمیق فہم پر مبنی نہ تھا۔

سرسید اور ان کے معاونین کی نیت پر شبہ نہیں کیا جا سکتا لیکن ان کی تحریک کا مہلک نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانان ہند اپنے شاندار اور محترم ماضی سے آہستہ آہستہ دور ہو گئے۔ سرسید احمد کی تعبیر کی غلطی یہ تھی کہ انہوں نے اسباب زوال کی بنیادی حقیقت، وہن (یعنی دنیا کی محبت اور موت کا ڈر) کو نظرانداز کر کے قوم کی مادی منفعتوں کو مطلوب و مقصود بنالیا اور ان منفعتوں سے عارضی محرومی کو زوال کا حقیقی سبب جان لیا۔ بے شک ایسے انداز فکر سے مستقل قومی فلاح کی امید رکھنا خوش فہمی سے زیادہ کچھ نہ تھا۔ سرسید احمد اور ان کے رفقاء کی تربیت یافتہ نسل نے مسلمان ہند کی علمی، فکری، روحانی اور تمدنی زندگی کی مقتدر روایات کو در خود اعتنانہ سمجھا بلکہ مادی زندگی کی آسائشوں کو ملی زندگی کے اس قابل قدر تسلسل پر ترجیح دی۔ ان کے نزدیک بقول اکبر الہ آبادی زندگی کی معراج کلرکی کرنے، ڈبل روٹی کھانے اور خوشی سے پھول جانے میں تھی۔

علی گڑھ نے حالی، شبلی اور نذیر احمد جیسی نابغہ روزگار شخصیات تو کیا پیدا کرنی تھیں، وہ ان اکابرین کی قائم کردہ روایت کو آگے بڑھانے والے حضرات بھی وجود میں نہ لا سکا۔ ایک اجنبی زبان کے ذریعے تعلیم و تدریس کے فیصلے نے برصغیر کے باشندوں کو ذہنی مرعوبیت اور مغلوبیت کا شکار کر کے ان کی تربیت کے سلسلے میں بڑی حد تک منفی کردار ادا کیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ قوم کا ایک فعال حصہ اپنی شاندار تاریخی روایات سے بے تعلق اور متنفر ہو گیا۔ علی گڑھ تحریک کی ابتدا جس اصلاحی جوش و خروش اور ترقی کے ولولہ سے ہوئی وہ آہستہ آہستہ ظاہری چمک دمک، دنیوی کامیابی اور زمانہ سازی کے جذبے کے نیچے دبتا چلا گیا۔

قوم ابھی اس ضرب شدید سے سنبھلنے نہ پائی تھی کہ ہمارے دینی زعما نے تعبیر کی ایک دوسری دور رس غلطی کر دی۔ انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں ہمارے آباؤ اجداد اور سیاسی و دینی رہنماؤں پر مغربی ترقی و تسلط کا رعب اس قدر تھا کہ وہ اپنی سیاسی نجات کے لئے مغربی طریق کار کو اپنائے ہوئے تھے۔ وہ مغربی انداز فکر بالخصوص Destutt de tracy کے نظریہ آئیڈیالوجی سے بہت متاثر تھے، جس کے تحت افراد کی تھوڑی سی تعداد نے مختصر عرصے سے

یورپ کے کئی ایک ملکوں پر اپنا تسلط قائم کر لیا تھا۔ یہ مغربی ترقی و تسلط کا اثر تھا کہ ہمارے سیاسی' علمی اور دینی زعما نے مغربی فکر کو تقریبا" کلی طور پر اپنا لیا' یہاں تک کہ تاویل کے ذریعے قرآن کے ابدی پیغام کو بھی مغربی فکر کے ہم آہنگ کرنے کی مسلسل کوششیں کی گئیں۔ مختلف زعماء کے طریق کار میں فرق بھی مغرب کی نسبت ہی سے تھا۔ جو انگریزوں سے متاثر تھے' وہ جمہوریت کے علمبردار بن گئے' جو جرمنی سے مرعوب تھے انہوں نے فاشزم کا انداز اپنا لیا اور جو روس کو اپنا نجات دہندہ تصور کرتے تھے انہوں نے اشتراکی فکر کو اپنا لیا۔

مغرب کے سامراجی غلبہ کے تحت ہم نے زندگی کے ہر شعبہ میں مغربی انداز فکر کو اپنا لیا' جس کے تحت روحانی ترقی کو پس پشت ڈال کر ہم نے مادی ترقی کو ہی مطمع نظر بنا لیا۔ اس نظریاتی تغیر (Ideological Shift) نے ہماری قومی زندگی پر بہت دور رس نتائج مرتب کئے۔ مثلا" یہ کہ غلبہ طاقت سے حاصل کیا جا سکتا ہے نہ کہ اخلاق سے۔ نتیجتا" ہماری قوم کی توجہ انسان سازی کے اسلامی طریق کار سے ہٹ کر مغربی نظریات' ابلاغیات (Mass Media) اور عوامی تحریکوں (Mass movements) پر مرکوز ہو گئی اور ہمارا مطمع نظر ووٹوں کا حصول جا ٹھہرا۔ شمع سے شمع جلانے کا قدیم فن ختم ہو گیا اور ہمارے دینی زعما اس سوئچ کی تلاش میں سرگرداں ہو گئے' جس کے دبانے سے ساری کی ساری بتیاں یک لخت جل اٹھیں۔ اس دنیاوی کشمکش میں وہ اپنے اندر کی بتی بھی جلانا بھول گئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ہمارے دینی زعما کو باہر کی دنیا تو نہ ملی مگر ان کے اندر کی دنیا برباد ہو کر رہ گئی۔ ہم ظاہری دنیا میں اتنا گم ہوئے کہ اندر کے انسان کو بھول گئے۔ ہمیں سوچنا چاہئے کہ کیوں پچھلی صدی کے دوران غلبہ اسلام کے نام پر اٹھنے والی کوئی جماعت کسی بھی مسلمان ملک میں کامیاب نہیں ہوئی۔

ہمیں اس بات پر بھی غور کرنا چاہئے کہ ہندوستان میں 1857ء سے پہلے کیوں نہ کوئی اسلامی جماعت تھی اور نہ ہی کوئی فرقہ۔ دراصل مغرب سے مرعوبیت کے تحت ہمارے زعما کی سوچ کا رخ مغرب کی طرف ہو گیا ان کا مطمع نظر یورپ کی تقلید کر کے اس ہی کی طرح ترقی کی راہ پر گامزن ہونا تھا۔ وہ اپنی قوم کی دنیاوی نجات مغربی طرز فکر اور مغربی اداروں میں تلاش کر رہے تھے۔ اس طرح ان کا نعرہ رجوع الی المغرب تھا نہ کہ رجوع الی اللہ۔ ان کے مغرب کی طرف فکری جھکاؤ نے ان کو آئیڈیالوجی اور اس کی اساس پر غلبہ اسلام کے تصور سے روشناس کروایا۔ یہ اسی سیکولر نظری

روایت کا اثر ہے کہ ہمارے دینی زعماء اب بھی سسٹم یا نظام کی بات کر رہے ہیں اور انہیں اس بات کا احساس نہیں کہ ایک مسلمان کے لئے اس کی باطنی اور ظاہری قوت کا راز تعلق باللہ میں ہے۔ مسلمانوں کی تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ اگر ان کے حکمرانوں کا اللہ کے ساتھ تعلق برحق تھا تو ہر قسم کے سیاسی نظاموں یا اداروں نے اچھے نتائج پیدا کئے اور جب کبھی یہ تعلق ماند پڑ گیا تو کوئی بھی ادارہ بشمول خلافت اچھے نتائج پیدا نہ کر سکا۔

ہمارے اکابرین کی اس فکری روش کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہندوستان کے مسلمان نظریات، معاشرتی اور روحانی بحران کا شکار ہو گئے، جس سے ہم آزادی کے 53 سالوں بعد بھی نکل نہ پائے۔ شاید ہمارے دینی اکابرین کو تاریخ کا ایک ازلی سبق یاد نہیں رہا کہ وہ قومیں جو موت سے نہیں ڈرتیں، اللہ انہیں حکمران بنا دیتا اور وہ قومیں جو موت سے ڈرتی رہیں انہیں محکوم۔ دراصل توحید ہی انسانوں کو صحیح معنوں میں آزاد کرتی ہے اور وہن ان کو غلام بنا دیتا ہے۔ جب تک ہم پاکستانی اپنے دلوں کو اس ازلی حق سے آشنا نہ کر لیں، ہم ذہنی غلامی، حلقہ بگوشی، محتاجی اور اطاعت غیر کے گورکھ دھندوں میں مقید رہیں گے۔ تعبیر کی ان دو بنیادی غلطیوں کا خمیازہ ہم آج تک بھگت رہے ہیں۔ جب تک ہم تعبیر کی ان دو بنیادی غلطیوں کی بھول بھلیوں سے نہیں نکلیں گے قومی سلامتی اور دینی فضیلت کا راستہ ہماری نظروں سے اوجھل رہے گا۔ حضرت قائداعظم کی بصیرت ان کو ملک کو پیش آنے والے واقعات کے متعلق متنبع کر رہی تھی تبھی تو انہوں نے فرمایا تھا کہ اگر ان کو پاکستان اور علامہ اقبال کی کتب میں سے کسی ایک کو چن لینے کے لئے کہا جائے تو وہ علامہ کی کتابوں کو چن لیں گے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضرت علامہ کے افکار ہی تعبیر کی ان غلطیوں کا سدباب کر سکتے ہیں۔ مگر صد افسوس کہ پاکستان بن جانے کے بعد "قائداعظم کی جیب کے کھوٹے سکوں" نے اپنی بقا کے لئے فکر اقبال کو پس پشت ڈال دیا اور اس کی ترویج کے راستے مسدود کر دیئے۔

(بشکریہ نوائے وقت)

حسین رؤف (انگلستان)

(ڈاکٹر عبدالغنی فاروق)

جب کوئی شخص اپنے آبائی اور نسلی مذہب کو چھوڑ کر کوئی نیا دین اختیار کر لیتا ہے تو اس کے پس پردہ عموماً جذباتی، فکری یا سماجی عوامل کار فرما ہوتے ہیں۔ جہاں تک میری افتاد طبع کا تعلق ہے، میں اس معاملے میں کبھی جذباتیت کا شکار نہیں ہوا، بلکہ خالص فکری اور سماجی بنیادیں تھیں جنھوں نے بالآخر مجھے اسلام کی آغوش میں لا ڈالا جب کہ اس سے قبل میں نے دنیا بھر کے تمام مذاہب کے دعاوی، الہامی کتب اور نتائج فکر کا ایک ایک پہلو کھنگال ڈالا تھا۔

میرے والد رومن کیتھولک تھے۔ جب کہ والدہ یہودی تھیں۔ تعلیم اور تربیت چرچ آف انگلینڈ کے اصولوں کے مطابق ہوئی۔ یوں بیک وقت تین مذاہب سے میرا تعارف ہو گیا۔ میری تشکیک کا آغاز اس وقت ہوا جب میں نے یہودیت اور عیسائیت کے عقائد کا موازنہ کیا۔ میرے وجدان نے مقدس اوتار کے تصور اور کفارے کے عقیدے کو ماننے سے صاف انکار کر دیا، بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ کوئی بھی ذہین انسان نہ تو بائبل کے بلند آہنگ اور تہہ در تہہ دعاوی سے مطمئن ہو سکتا ہے نہ وہ خدا کے روایتی تصور پر مبنی چرچ آف انگلینڈ کی ان تعلیمات کو قبول کر سکتا ہے جن میں عقل و شعور پر مبنی کسی زندہ نظریہ عبادت کا وجود نہیں۔

جہاں تک یہودیت کا تعلق ہے اگرچہ بائبل کی مختلف کتابوں میں اس کا تناسب گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ تاہم یہاں میں نے خدا کا خاصا باوقار تصور پایا ہے اور اس کی قدیم اصلیت ابھی برقرار ہے، چنانچہ میں نے یہودیت کے کئی اجزاء کو قبول کر لیا مگر بعض کو یکسر مسترد کر دیا۔ مثال کے طور پر اگر اس کے تمام اصولوں اور سفارشوں کو قبول کر لیا جائے تو دنیاوی و مادی زندگی کے لئے بہت کم گنجائش رہ جاتی ہے۔ ثانیاً ذہن کو رسوم و روایات اور مصنوعی تصورات کے ایک لمبے سلسلے کا پابند بنانا پڑتا ہے اور سب سے بڑی قباحت تو یہ ہے کہ یہودیت ایک محدود طبقے کا مذہب ہے اور مختلف انسانی گروہوں کے درمیان اختلافات کی خلیج وسیع کرتا ہے۔

میں نے چرچ آف انگلینڈ کے طریق عبادت اور تصورات کو قریب سے دیکھا تھا اور یہودیت

کی مذہبی رسوم کا بغور مشاہدہ کیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میرے ذہن نے دونوں میں سے کسی کو قبول نہ کیا۔ رومن کیتھولک میں' میں نے پراسراریت کا غلبہ پایا اور انسانی وقار و احترام کو توہمات تلے کراہتے دیکھا۔ یہاں ایک طرف تو انسان کو پیدائشی گنہگار کہا جاتا ہے مگر دوسری طرف پوپ اور اس کے حواری معصوم عن الخطا قرار دئے گئے ہیں۔

اکتا کر میں نے ہندو فلاسفی کا مطالعہ شروع کیا اور اپنشد اور وید کو بنیاد بنایا' مگر نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات یعنی کچھ چیزوں کو میں نے احترام کی نظر سے دیکھا مگر اکثر باتوں کو رد کر دیا۔ معاشرتی برائیوں کا ہندو تعلیمات کوئی حل پیش نہیں کرتیں۔ برہمن کو غیر معمولی تقدس اور ان گنت سہولتوں کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ مگر اچھوت کو زندہ درگور کر دیا گیا ہے' کسی مذہب میں بھی انسانی توہین کی وہ مثال نہیں ملتی جس کا نمونہ ہندومت میں نظر آتا ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ سارا الزام خدا کے سر تھوپا جاتا ہے کہ یہ سب کچھ اس کی مرضی کے مطابق ہو رہا ہے۔

بدھ مت نے مجھے انسانی ذہن اور اس کے طریق کار کو سمجھنے میں مدد دی۔ میں نے اندازہ کیا کہ اگر ضروری قسم کی قربانیاں دی جائیں تو مظاہر فطرت کا ادراک بالکل کسی کیمیائی تجربے کی طرح حل ہو سکتا ہے یوں لگتا ہے کہ بدھ مت ذات پات کے نظریے کا محض رد عمل ہے لیکن اس میں ان اخلاقی تعلیمات کا فقدان ہے جو ہندومت میں پائی جاتی ہیں۔ بدھ مت میں مافوق الانسان قوتیں تو حاصل ہو سکتی ہیں مگر مجھے بہت جلد پتہ چل گیا کہ ان قوتوں کا روحانیت سے کوئی تعلق نہیں بلکہ سائنس کا ایک شعبہ ہے جو اخلاقیات کو سہارا تو نہیں دیتا محض اعلیٰ درجے کی تفریح کا باعث بنتا ہے۔ جذبات کو دبا دینا اور تمام خواہشات کو تابع کر لینا یہ کام تو زینو کے پیروکار بھی کرتے تھے پھر بدھ ازم میں خالق کائنات کا کہیں تصور نہیں ملتا۔ محض ذاتی نجات کی خاطر تگ و دو کی جاتی ہے اور اس کا انداز بھی سراسر غیر فطری اور مصنوعی ہے۔ ٹالسٹائی کی عیسائیت کی مانند کم از کم نظریاتی اعتبار سے بدھ ازم دنیا کی رہنمائی کر سکتا تھا' مگر جس طرح عیسائیت مسیح علیہ السلام کے اقوال تک محدود ہو کر رہ گئی' اسی طرح بدھ ازم محض زبانی جمع خرچ کا ایک نمونہ بن گیا اور بس۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب کچھ مذاہب نظریاتی اعتبار سے دنیا کے لئے باعث نجات ہو سکتے تھے تو عملی میدان میں وہ ایسا کرنے سے کیوں قاصر رہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ مذاہب ایک محدود طبقے کے لئے تھے' عوام تک ان کی رسائی نہیں تھی۔ عیسائیت اور بدھ ازم کے مطالعے

سے پتہ چلتا ہے کہ ان مذاہب کے بانیوں نے سماجی مسائل کو چھوا تک نہیں' وجہ یہ ہے کہ وہ انہیں اہمیت ہی نہیں دیتے تھے۔ مسیح اور بدھ دونوں نے ترک دنیا کی تعلیم دی ہے اور خدا کو پانے کے لئے نفی ذات کو پسندیدہ اور لازمی قرار دیا ہے۔ "وائرا گیام یعنی برائیوں کی مزاحمت نہ کرو' کل کی فکر نہ کرو' یا بھیک کے کشکول کی عظمت" جیسے خیالات کتنے ہی بلند کیوں نہ ہوں اور جو لوگ ان پر کاربند ہوتے ہیں ان کی کتنی ہی تعظیم کیوں نہ کی جائے مگر ان تعلیمات کی کوئی سماجی حیثیت یا اہمیت نہیں ہے کہ نہ تو ایک عام آدمی ان پر عمل پیرا ہو سکتا ہے نہ ان سے کسی غریب کسان یا مزدور کے دکھوں میں کوئی کمی ہو سکتی ہے' ان میں شاید روحانی تسکین کا کوئی پہلو تو موجود ہو' مگر سماجی فوائد کے اعتبار سے یہ بیکار محض ہیں۔

یہ بات آپ کو خاصی عجیب لگے گی کہ عرب ممالک میں رہنے کے باوجود اسلام سے میرا تعارف بس سرسری اور سطحی نوعیت کا تھا اور میں نے جتنی گہری توجہ دوسرے مذاہب پر صرف کی اسلام کا حصہ اس میں صفر کے برابر ہے' میں نے اس وقت تک صرف راڈویل کا ترجمہ قرآن پڑھا تھا اور اس سے کوئی خاص تاثر نہیں لیا تھا۔ معاملہ تو اس وقت آگے بڑھا جب لندن میں میری ایک بہت اچھے مسلمان مبلغ سے ملاقات ہوئی۔ اس وقت مجھے احساس ہوا کہ غیر مسلموں کو اسلام کے قریب لانے کے لئے عرب ممالک میں کچھ نہیں ہوا حالانکہ اگر اس سمت میں کام ہوتا تو اس کے بڑے خوشگوار نتائج سامنے آسکتے تھے۔

بہرحال میں نے مسلمان مصنفین کی کتابوں کا مطالعہ کیا اور ایک مسلمان کا ترجمہ قرآن پڑھا تو مجھ پر یہ انکشافات ہوا کہ مجھے میری منزل مل گئی ہے اور میں سالہاسال سے اسی گوہر مقصود کا متلاشی تھا۔ 1945ء کی ایک عید کے موقع پر مجھے دعوت دی گئی کہ میں مسلمانوں کے طریق عبادت کا مشاہدہ کروں اور بعد میں ان کے کھانے میں بھی شرکت کروں۔ میں نے دیکھا کہ دنیا بھر سے مختلف رنگوں' زبانوں اور تہذیبوں کے مسلمان بھائیوں کی طرح یکجا ہیں اور ایک ہی زبان میں ایک ہی طریقے سے عبادت کرتے ہیں۔ یہاں کسی کو کسی پر فوقیت نہیں۔ یہاں میں نے ایک ترک شہزادے کو بالکل عام لوگوں سے گھلے ملے دیکھا۔ یہاں کسی امیر میں نہ دولت کا نشہ نظر آیا نہ اس نخوت کا مشاہدہ ہوا جو ایک انگریز اپنے سیاہ فام پڑوسی سے عموماً روا رکھتا ہے۔ یہاں مجھے کسی میں مضحکہ خیز قسم کا غرور نظر نہیں آیا نہ ریاکارانہ زہد و تقویٰ کی کوئی جھلک دیکھی۔ ساری فضا وقار' توازن اور

اعتدال کا حسین امتزاج پیش کر رہی تھی۔

میں بیان نہیں کر سکتا کہ اسلام سے اس باقاعدہ اور عملی تعارف نے میرے دل و دماغ پر کیا تاثرات چھوڑے' یہاں مجھے وہ کچھ نظر آیا جو کسی بھی اور مذہب میں نہیں تھا۔ آپ میری سوچوں کا اندازہ اس امر سے لگا سکتے ہیں کہ میں نے دنیا بھر کے مذاہب کا تفصیلی مطالعہ کیا' مگر کسی میں کشش نظر نہ آئی مگر اسلام نے بہت تھوڑے عرصے میں مجھے اپنی طرف کھینچ لیا اور میں مسلمانوں کی عظیم عالمی برادری کا باقاعدہ رکن بن گیا۔

متذکرہ بالا تصریحات سے یہ بات تو سامنے آگئی کہ میں مسلمان کیوں ہوا مگر یہ وضاحت نہیں ہوئی کہ مجھے مسلمان ہونے پر فخر کیوں ہے؟ دراصل فخر و ناز کا احساس مجھے وقت اور تجربے نے عطا کیا۔ میں نے اسلامی تہذیب و ثقافت کی تعلیم ایک انگریزی یونیورسٹی میں حاصل کی۔ یہاں مجھے پتہ چلا کہ یورپ کو قرون مظلمہ (Dark Age) سے نکالنے والا اسلام تھا۔ تاریخ نے مجھے بتایا کہ دنیا میں مسلمانوں نے کتنی عظیم و پر شوکت سلطنتیں قائم کیں اور آج کے سائنسی علوم اور ایجادات دراصل اسلام کی مرہون منت ہیں۔ چنانچہ اب جب کوئی اظہار افسوس کرتا ہے کہ تم پیچھے کی طرف لڑھک گئے ہو تو میں اس کی جہالت پر مسکرا دیتا ہوں۔ میں اکثر سوچتا ہوں کہ یہ لوگ اسباب و علل کو کس طرح خلط ملط کرتے ہیں۔ آخر یہ اسلام کو ان عوامل کے حوالے سے کیوں دیکھتے ہیں جنھوں نے باہر سے نفوذ کیا اور غیر فطری طریقے سے اسلام کی صورت کو مسخ کرنے کی کوشش کی۔ اگر چیزوں کو جانچنے کا یہی معیار ہے تو پھر یہ لوگ نشاۃ ثانیہ کے دور کی مصوری کو کیوں دریا برد نہیں کر دیتے' حالانکہ آج اسقاط حمل کے مناظر بین الاقوامی سطح پر بنائے جا رہے ہیں۔ پھر عیسائیت کو قرون مظلمہ اور سپین کے حوالے سے خون آشامی اور تباہی و بربریت کا سمبل کیوں نہ مان لیا جائے۔ یورپ کے لوگوں کو یہ بات نہیں بھولنی چاہئے کہ ہر دور کی منصف مزاج عظیم شخصیتوں نے اسلامی تہذیب کو بنظر تحسین دیکھا ہے اور اس سمندر میں ایسے موتی پنہاں ہیں' جو اب بھی سارے زمانے کی تاریکیوں کو روشنیوں سے بدل سکتے ہیں۔

کائنات کا حکیمانہ پلان اور حیوانات

(ایم۔ایم۔ منکاف۔ڈاکٹر آف سائنس)

کیا کائنات کا وجود کسی حکیمانہ پلان (منصوبہ) کا نتیجہ ہے۔یا یہ سب کچھ محض اتفاق ہے؟ اس حقیقت پر کافی شہادت موجود ہے کہ یہ کائنات ایک منصوبے اور نقشے کے مطابق وجود میں آئی تھی۔

عام عقیدہ یہ ہے کہ پہلے زمین پر جن اور دیو آباد تھے۔ سیلاب' زلزلے' طوفان اور دیگر واقعات و حوادث انہی کی مرضی سے ظہور پذیر ہوتے تھے۔ خدا دو تھے۔ خدائے خیر۔ جس کے تحت فرشتے کام کرتے تھے اور خدائے شر جو شیاطین کا معبود اعلیٰ تھا۔ یہ دونوں خدا سیاہ و سفید کے مالک تھے۔ یہی کائنات کو چلاتے تھے۔ لیکن ان کے سامنے کوئی پلان یا مقصد نہیں تھا۔ بلکہ جی میں جو آیا کر گزرتے تھے۔ صدیوں سوچنے کے بعد انسان آخر اس حقیقت تک پہنچا کہ یہ کائنات ایک حکیمانہ پلان کا نتیجہ ہے۔ لیکن بیسویں صدی میں پھر ایک ایسا مکتب خیال پیدا ہو گیا جو پلان اور مقصد کا قائل نہ تھا۔ سوال یہ ہے کہ حقیقت کیا ہے؟ آیئے اس کا جواب حیوانات کی دنیا میں تلاش کریں۔ اگر ہم حیات پر ایک متجسسانہ نظر ڈالیں تو جو چیز ہمیں سب سے زیادہ متاثر کرے گی وہ ہے حیات کا ماحول سے نباہ۔ مثلاً" مچھلی کو دیکھئے اسے پانی میں رہنے اور تیرنے کے لئے تمام وہ ساز و سامان عطا ہوا جس کی اسے ضرورت تھی۔ مثلاً" لمبوترا جسم جو پانی کو با آسانی چیر سکے۔ آگے کو دھکیلنے والی دم۔ دائیں بائیں دو چپو۔ توازن قائم رکھنے کے لئے ایک بلیڈر۔ سانس لینے کے لئے گلپھڑے اور ایسی ہی کئی دیگر اشیاء۔

پرندوں پر نظر ڈالئے۔ انہیں بھی وہ تمام چیزیں ملیں۔ جو انہیں درکار تھیں۔ مثلاً" ہوا کی ایک تھیلی۔ گرم گیس سے پر کھوکھلی ہڈیاں اور باہم مربوط پنکھ۔ یہ بے شمار حشرات گھونگھے اور کیڑے اپنے ماحول کے مطابق زندگی گزار رہے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ماحول سے نباہ ہر ذی حیات کا

خاصہ بن چکا ہے۔

جب کوئی جانور ایک طرز حیات کو چھوڑ کر دوسرا طرز حیات اختیار کرتا ہے تو وہ ماحول سے نباہ کا انداز بھی بدل لیتا ہے۔ مینڈک کا بچہ جب تک پانی میں رہتا ہے مچھلی کی طرح گلپھڑوں سے سانس لیتا ہے۔ اور جب خشکی پہ آتا ہے تو اس کا بلیڈر جس سے وہ تیرنے میں مدد لیتا تھا پھیپھڑہ بن جاتا ہے۔ ریڑھ کی ہڈی والے جانور جو خشکی پر رہتے ہیں انہیں آبی زندگی کا کوئی سازو سامان نہیں ملتا۔ اور یہ ماں کے پیٹ ہی سے پھپھڑوں کا مکمل نظام ساتھ لاتے ہیں۔

اس نباہ کی ایک اور مثال دل کی ہیت میں تبدیلی ہے۔ مچھلی کی ایک نوع امفیا کسس (Amphoixus) کہلاتی ہے۔ اس کا دل ایک ٹیوب کی طرح ہے۔ جو بار بار سکڑتی اور پھیلتی ہے اور یوں خون کو آگے دھکیلتی ہے۔ مچھلی کی دیگر انواع میں یہی ٹیوب سخت ہو کر خانوں میں بٹ جاتی ہے۔ ان خانوں کو ایک دوسرے سے ایک یکطرفہ والو جدا کراتا ہے۔ ان مچھلیوں میں گردش خون کا راستہ مقرر ہے۔ کہ یہ پہلے گلپھڑوں میں پہنچتا ہے اور وہاں سے آکسیجن لے کر جسم میں پھیل جاتا ہے۔ ہوا میں سانس لینے والے جانوروں کا نظام دل مختلف ہے۔ یہ پھپھڑوں سے آکسیجن حاصل کرتے ہیں اور ان کے دل میں دو نالیاں ہوتی ہیں۔ ایب دل کی دائیں طرف اور دوسرے دل کی بائیں جانب۔ دائیں نالی خون کو پھپھڑوں کی طرف دھکیلتی ہے۔ وہاں سے یہ دل کی بائیں نالی میں آجاتا ہے اور پھر جسم میں پھیل جاتا ہے۔

دیکھا آپ نے کہ ماحول کے دباؤ سے دل نے کتنی شکلیں بدلیں۔ کسی وقت وہ ایک ٹیوب تھا۔ پھر وہ پورا غیر منقسم دل بنا۔ اور اعلیٰ حیوانات میں اس کے دو حصے ہو گئے۔ ماحول کی وجہ سے بعض تبدیلیاں ایک جیسی نظر آتی ہیں۔ لیکن دراصل مختلف ہوتی ہیں مثلاً "کٹل فش (ایک قسم کی مچھلی) اور ریڑھ کی ہڈی والے جانوروں کی آنکھوں کی ساخت بظاہر ایک جیسی ہے لیکن ان میں ایک بنیادی اختلاف پایا جاتا ہے۔ اول الذکر کی آنکھ اس کے سر کی کھال سے بنتی ہے اور ثانی الذکر کی آنکھ میں کچھ تو سر کی کھال شامل ہوتی ہے۔ لیکن اصلاً" یہ اس اندرونی عصبی ٹیوب کی ایک شاخ

ہے جس سے ریڑھ کی ہڈی نکلتی ہے۔ ان دونوں قسم کی آنکھوں میں کوئی مشابہت نہیں ہوتی۔ ان کی تشکیل کے طریقے بھی جدا جدا ہوتے ہیں اور ہیئت بھی الگ الگ۔

اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا کہ آنکھ ایک نہایت پیچیدہ۔ نازک اور قابل فہم تخلیق ہے انسانی ذہن سوچ ہی نہیں سکتا کہ یہ ارتقاء کے کن مراحل سے کب اور کیسے گزری؟ تخلیق و صناعی کے ان معجزات کو دیکھ کر انسان حیرت میں کھو جاتا ہے اور اس نتیجہ تک پہنچنے کے لئے مجبور ہو جاتا ہے کہ یہ کائنات پلان اور مقصد کے بغیر نہیں ہے۔ یہاں اتنے ہی پلان (سکیم) ہیں جتنی اشیاء۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہر شے پر ایک الگ آرٹسٹ مقرر ہے۔ جو اس کی تشکیل و تزئین میں مصروف ہے اور ساتھ یہ بھی احساس ہوتا ہے کہ ہر چیز اپنے ماحول میں فٹ ہونے کی زیادہ سے زیادہ کوشش کر رہی ہے اور اگر وہ اس کوشش میں ناکام ہو جائے تو مٹ جاتی ہے۔ اس کی مثال وہ قدیم بحری یا بری جانور ہیں جن کے جسم بڑھتے بڑھتے کئی سو کیوبک فٹ تک پھیل گئے تھے۔ لیکن آلات ہاضمہ ان کا ساتھ نہ دے سکے اور وہ ہلاک ہو گئے۔

حیوانات میں کتنی ہی ذہانت کیوں نہ ہو انہیں تباہی سے نہیں بچا سکتی۔ ان میں صلاحیت حیات ماحول میں فٹ ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔ نباہ کا یہ عمل از خود نہیں ہو رہا بلکہ کوئی دانش پس حجاب مصروف کار ہے۔

انسان کائنات کا ایک جزو ہے۔ یہ صاحب خرد ہے اس کے اقدامات بامقصد ہوتے ہیں۔ یہ نیکی عزت وفا اور دیگر اوصاف حسن و جمال سے متصف ہے اور یہ خیر و شر کی تمیز بھی کر سکتا ہے۔ کیا خود کائنات ان اوصاف سے خالی ہے؟ کیا یہ جزو کل سے زیادہ دانشمند ہے۔ انسان دو چیزوں کا مجموعہ ہے جسم اور روح کا۔ روح جسم کی محرک' آمر اور کنٹرولر ہے۔ یہ حکم دیتی ہے اور جسم تعمیل کرتا ہے۔ خدا کائنات کی روح ہے اور اس لئے کائنات کا آمر و ناظم بھی۔

فطرت ظہور کے لئے بے تاب ہے اس کا حسن نہ صرف کوہساروں' ستاروں اور بہاروں میں نظر آتا ہے بلکہ انسان میں بھی پایا جاتا ہے۔ انسان ہر وقت خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہتا

ہے۔ اور ظہور فطرت کا بہترین انداز یہی ہے۔

چلتے چلتے ارتقاء کے طویل سلسلے پر بھی نظر ڈال لیجئے یہ بے کراں فضائیں جو بڑی سے بڑی دوربین کی زد سے باہر ہیں۔ یہ باریک برق پاروں کی دنیا جہاں تک کوئی خوردبین نہیں پہنچ سکتی۔ کرہ ارض پر زندگی کا ظہور دانش و ذہانت کا عروج' حسن کا احساس اور اس کی تخلیق یہ سب ارتقاء کے کرشمے ہیں۔ کائنات کی ہر تخلیق مکمل ہے۔ اس لئے ستارے کو پھول سے بہتر نہیں کہہ سکتے اور نہ کشش ثقل کو محبت کی کشش سے بڑا درجہ دے سکتے ہیں۔ حیات کا آغاز خاک سے ہوا تھا اور رفتہ رفتہ یہ انسان تک جا پہنچی۔ اس کی آخری منزل کونسی ہے؟ اللہ ہی جانے۔

World is a melodious fountain and man is its sound

(یہ کائنات ایک سریلا جھرنا ہے۔ اور انسان اس کی آواز)

والانعام خلقها لكم فيها دف و منافع و منها تاكلون O ولكم فيها جمال حين تريحون و حين تسرحون O و تحمل اثقالكم الى بلد لم تكونوا بلغيه الا بشق الانفس ان ربكم لروف رحيم O (نحل 4-7)

"اللہ نے تمہارے لئے مویشی پیدا کئے۔ ان میں تمہارے لئے سردی سے بچنے کا سامان اور دیگر منافع ہیں۔ یہ تمہاری غذا بھی ہیں۔ کتنا حسین منظر ہوتا ہے جب تم انہیں صبح چرانے کے لئے نکالتے اور شام کو واپس لاتے ہو۔ یہ تمہارا بوجھ ایسی بستیوں تک اٹھا لے جاتے ہیں جہاں تم سخت مشقت کے بغیر نہ پہنچ سکتے۔ تمہارا رب تم پر کتنا مہربان ہے" (ازمدون)

اقبال کی نظر میں شیخ مکتب کی ناعاقبت اندیشی

(عبدالرشید ساہی)

امین راز ہے مردان حر کی درویشی
کہ جبرئیل سے ہے اس کو نسبت خویشی

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں کہ جس شخص میں شان فقر پیدا ہو جاتی ہے وہ کائنات کے اسرار و رموز سے آگاہ ہو جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ فقر انسان کو عالم ملکوت سے وابستہ و مربوط کر دیتا ہے۔ اس کی بدولت انسان کے اندر اللہ کی صفات کی جھلک پیدا ہو جاتی ہیں یعنی فقیر اللہ کے قرب و دیدار کو جبرئیل کی ہم نشینی کا شرف حاصل ہو جاتا ہے۔ علامہ اقبالؒ کی مراد یہاں گداگر فقیر سے نہیں اور نہ ہی ایسے فقیر سے جو کہ دنیا کی ذمہ داری سے فرار حاصل کر کے گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرنے لگتا ہے بلکہ اقبال کے نزدیک وہ فقیر مراد ہے جو کہ انسانی زندگی کو خوب جدوجہد سے اتباع رسول ﷺ کے مطابق بسر کرتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ کوئی دنیاوی کام بھی پیروی رسول ﷺ کے بغیر سرانجام نہ پائے ایسا فقیر لاہوتی اختیار کا مالک ہوتا ہے اور اس کو تسخیر کائنات پر عبور حاصل ہو جاتا ہے پھر تمام خدائی مخلوقات اس کی بات سنتی مانتی اور اس کے حکم پر سر تسلیم خم کر دیتی ہیں۔

شعر نمبر 2

کسے خبر کہ سفینے ڈبو چکی کتنے
فقیہہ و صوفی و شاعر کی ناخوش اندیشی

علامہ اقبالؒ کی مراد یہاں اس فقیہہ سے ہے جو سلطان وقت کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے احکام شرعیہ کی غلط تاویل کرتا ہے اس ذہنیت کے فقہاء کی علامہ اقبالؒ نے کئی مقامات پر مذمت کی ہے فرماتے ہیں۔

فتنہ ملت بیضا ہے امامت اس کی
جو مسلماں کو سلاطیں کا پرستار کرے

سلاطین کی عبائیں نوچی ہیں۔ حضرت عمر فاروق ؓ جب بیت المقدس کی چابیاں وصول کرنے گئے تو ان کے لباس میں کئی پیوند لگے ہوئے تھے مگر کامیابیاں و کامرانیاں آگے بڑھ بڑھ کر ان کا استقبال کرتی تھیں۔ جنگ خندق میں اصحابہ اکرام اور خود تاجدار ارض و سما کئی روز سے بھوکے ہونے کے باوجود دشمنان اسلام کے لئے قہر کی بجلیاں بن کر لڑتے رہے اور آخر میں اللہ رب العزت نے کامرانی سے نواز دیا سلطنت ہندوستان کا تاجدار اورنگزیب عالمگیر سادہ غذا استعمال کرتا ٹوپیاں سی کر اور کتابت قرآن سے روزی کما کر کھاتا تھا لیکن اس کے دور میں ہر طرف امن و امان کا راج تھا۔ حضرت علی مرتضیٰ ؓ تمام عمر جو کی روٹی استعمال کرتے رہے لیکن ان کی قوت کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ علامہ فرماتے ہیں۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے

دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کر دے

بڑے افسوس کا مقام ہے کہ ہم دعویٰ تو غلام مصطفیٰ ﷺ ہونے کا کرتے ہیں مگر اتباع رسول ﷺ کے سلسلہ میں عمل نہ ہونے کے برابر ہے۔ عبادات کی فراوانی ہے لیکن کردار غیر معیاری ہیں تعلیم قرآن و حدیث کی حاصل کرتے ہیں مگر پیروی افرنگ کی کرتے ہیں۔ نمازیں خوب ادا کرتے ہیں مگر دغا، فریب، ظلم اور حرام خوری کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے مسلمان ہونے کا خوب چرچا کرتے ہیں۔ مگر انسانی فلاح کے سلسلہ میں کوئی قدم نہیں اٹھاتے بلکہ مخلوق خدا کو تنگ کرنے کے موقع کی تلاش میں رہتے ہیں۔ ایک مفکر واصف علی واصف لکھتا ہے کہ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہیں زندگی میں کوئی دکھ نہ پہنچے تو مخلوق خدا کو دکھ دینا چھوڑ دو تمہیں بھی دکھوں سے بے نیاز کر دیا جائے گا۔ تمام عبادات کا ماحصل یہ ہے کہ انسانی کردار سنور جائے اگر یہ نہیں سنورتا تو سمجھ لو کہ تمام عبادات بے معنی اور صفر ہیں علامہ ؒ فرماتے ہیں۔

تجھے آباء سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی

کہ تو گفتار وہ کردار تو ثابت وہ سیارہ

دوستو! اگر انسان اور مسلمان بننا چاہتے ہو تو جاؤ کسی صاحب دل کو تلاش کرو اور اس کی صحبت اختیار کرو دنیا و آخرت کی فلاح پا جاؤ گے۔ تمہیں کندن بنا دیا جائے گا تم مقرب ذات باری تعالیٰ بن جاؤ گے۔ (انشاء اللہ)

اور اکبر الہ آبادی کی رائے میں قتل کر دیا جاتا ہے۔ بحرحال موت دونوں صورتوں میں واقع ہو جاتی ہے اب ان دونوں بزرگوں کا ایک شعر عرض کرتا ہوں تاکہ میرے قول کی تصدیق ہو سکے۔

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے ترا
کہاں سے آئے صدا لا الہ الا اللہ

اقبالؒ نے آج کل کے مدرسوں کی بالکل درست عکاسی کی ہے کیونکہ آج کل کے مدرسوں میں اہل نظر اور اہل دل نہیں بلکہ فرنگی تہذیب کی رسیا تعلیم دے رہے ہیں وہ تو خود ہی انسانیت اور اسلام کی تعلیم سے عاری اور بے بہرہ ہیں وہ طالب علموں کو اسلام کیا سکھائیں گے کاش کوئی مولانا رومؒ، مولانا غزالی اور سعدیؒ جیسا معلم آئے اور سینوں کو روشن اور قلوب کو عشق مصطفیٰ ﷺ سے مزین کر دے۔

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی

شعر نمبر5

وہ شے کچھ اور ہے کہتے ہیں جان پاک جسے
یہ رنگ و نم، یہ ہو آب و ناں کی ہے بیشی

علامہؒ فرماتے ہیں اے مسلمان تو جسمانی آرائش کو یا خون کی زیادتی کو زندگی سمجھتا ہے حالانکہ یہ تو اچھی غذا کا نتیجہ ہے روحانی پاکیزگی ہوٹلوں میں ڈنر کھانے اور اعلیٰ لباس زیب تن سے حاصل نہیں ہو سکتی اس کے لئے تو پاک اور نیک و پارسا لوگوں کی صحبت شرط ہے۔ اگر تو اپنے آپ کو صرف ذرات مادی کی ترکیب کا نتیجہ سمجھتا ہے تو یہ تیری غلطی ہے آب و ناں سے جسم کی پرورش ہو سکتی ہے لیکن روح کی بالیدگی کے لئے روحانی غذا یعنی ان لوگوں کی صحبت شرط ہے جو تیرے اندر عشق پیدا کر سکیں کیونکہ جسم کی غذا روٹی ہے اور روح کی غذا اللہ کا ذکر ہے علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی تاریخ شاہد ہے کہ انہوں نے پیوند لگے لباس پہن کر بڑے بڑے

علامہ فرماتے ہیں کہ موجودہ دور میں عزت کا نشان طاقت شمار ہوتا ہے۔ ویسے قرآن مجید میں خدا تعالیٰ نے بھی مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ امن کے زمانہ میں بھی اپنے قوت اور گھوڑے تیار رکھو اور تلواریں تیز کرتے رہو تاکہ دشمن پر آپ کی ہیبت طاری رہے اور وہ تمہارے ساتھ سازشیں نہ کرے ہندوستان اور پاکستان کی مثال آپ کے سامنے ہے جب تک پاکستان نے ایٹمی دھماکہ نہ کیا تھا روزانہ خبریں آتی تھیں کہ ہندوستان پاک سرزمین پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا ہے مگر اب صورت اس کے برعکس ہے کہ کارگل میں پاکستانی افواج اور مجاہدین نے ہندوستانی سورماؤں کی وہ پٹائی کی کہ اس کی نسلیں یاد رکھیں گی مگر پھر بھی اس نے حملہ کی جسارت نہ کی دکھ تو اس بات کا ہے کہ پاکستان کو جرات مند قیادت نصیب نہیں ورنہ کافر کی کیا مجال ہے کہ وہ مسلمانوں کے خلاف سانس بھی اونچا لے یہ ہماری اعلیٰ قیادت کی کمزوری اور بزدلی ہے کہ وہ امریکہ پر انحصار کرتے ہیں جو کہ اللہ اور رسول ﷺ پر کرنا چاہئے اگر آج بھی ہم صحیح معنوں میں مسلمان ہو جائیں تو امریکہ یا روس کیا ہے۔ طالبان کی مثال دیکھ لیں بے آب و گیاہ پہاڑوں میں بسنے والی غریب اور مفلوک الحال قوم وہ نہ روس کو نظر میں لاتے ہیں نہ امریکہ کا خوف کھاتے ہیں بلکہ ہر بات پر بے باک طرز عمل اختیار کر جانا ہی ان کے اصل مسلمان ہونے کی دلیل اور مثال ہے۔

شعر نمبر4

طبیب عشق نے دیکھا مجھے تو فرمایا
تیرا مرض ہے فقط آرزو کی بے نیشی

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں کہ قوم کی تشخیص کرنے سے مجھ پر یہ راز آشکارا ہوا ہے کہ اس کے افراد میں اسلام کو دنیا میں سربلند کرنے کی آرزو چٹکیاں نہیں لیتی اقبال کا فلسفہ یہ ہے کہ قوم اس وقت ترقی کر سکتی ہے جب قوم کے ہر فرد کے دل میں تبلیغ و اشاعت اسلام کی تڑپ پیدا ہو جائے اور ہر فرد اشاعت اسلام کے لئے ایسا بے چین ہو جائے جیسا وہ شخص بے چین ہو جاتا ہے جس کے بدن میں کسی زہریلے جانور نے ڈنگ مار دیا ہو۔

واضح ہو کہ یہ تڑپ اس وقت پیدا ہو سکتی ہے جب قوم کے فرد ان لوگوں کی محبت اختیار کریں جن کے اندر یہ تڑپ موجود ہو لیکن قوم کا رخ تو سکولوں اور کالجوں کی طرف ہے اور وہاں تڑپ پیدا نہیں کی جاتی بلکہ خواب آور گولیاں کھلائی جاتی ہیں بلکہ اقبال کی رائے میں تو گلا گھونٹا جاتا ہے

صوفی سے مراد وہ صوفی جو اپنے مریدین کو ترک عمل کی تلقین کرتا ہے کاہلی اور سستی کی زندگی بسر کرنے کا درس دیتا ہے خدائی احکامات کی غلط تشریح کرتا ہے۔ اپنے پاس بیٹھنے والے لوگوں کو بھنگ پینے اور چرس کے سوٹے لگانے پر معمور کر دیتا ہے شاعر سے مراد وہ شاعر ہے جو اپنے کلام سے قوم کے اخلاق خراب کرتا ہے اقبال فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کی ملی تاریخ کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہو سکتی ہے کہ اکثر فقہاء، صوفیاء اور شعراء نے اپنی غلط روش غیر اسلامی تعلیم اور کوتاہ بنی کی بدولت بارہا قومی ترقی کے راستے مسدود کر دیئے۔ مسلمانوں کے دیگر ممالک سے قطع نظر کر کے ہم اگر صرف ہندوستان کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو اقبالؒ کے اس شعر کی صداقت واضح ہو سکتی ہے۔ اقبال کی دور رس نگاہ نے زندگی کے ان شعبوں کی بالکل درست نشاندہی کی ہے یہ تینوں طبقے کسی بھی ملک کو بنانے یا بگاڑنے میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں مثال کے طور پر بادشاہ اکبر کے زمانہ کا مطالعہ کر لیں اکبر کو اسلام سے بدظن اور برگشتہ کرنے میں اس زمانے کے فقہا بڑی حد تک ذمہ دار ہیں۔

مسلمانوں میں غیر اسلامی تصورات کی اشاعت کے ذمہ دار زیادہ تر وہ صوفیاء ہیں جو دینی علوم سے بیگانہ تھے لیکن محض اس لئے مسند ارشاد پر فائز ہو گئے کہ وہ ان بزرگوں کی نسل سے تھے جو اپنے ذاتی فضل و کمال کی بدولت مرجع خلائق بن گئے تھے۔ دوسرے الفاظ میں "عقابوں کے نشیمن' زاغوں کے تصرف میں آ گئے۔ قوم کے اخلاق تباہ کرنے کا سہرا ان شعراء کے سر ہے جنھوں نے اپنے افکار اور خیالات کو عریانی اور فحاشی کی ترویج کے لئے وقف کر دیا اور آج بھی یہی ہو رہا ہے ذرائع نشرواشاعت نے قومی کردار کو تباہ و برباد کر دیا اور نئی نسل کو چور' ڈاکو' دغاباز' عیاش اور بے راہ بنا دیا۔ دین اسلام سے ناطہ توڑ کر یورپ کی لفنگی اور لچر تہذیب پر ان کو گامزن کر دیا گیا۔

شعر نمبر3

نگاہ گرم کہ شیروں کے جس سے ہوش اڑ جائیں
نہ آہ سرد کہ ہے گوسفندی و میشی

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں کہ اگر مسلمانوں نے ترقی کرنی ہے تو انہیں اپنے اندر ایسی جلالی شان پیدا کرنی چاہیے جس سے دشمنوں کے دلوں پر ہیبت طاری ہو جائے۔ گذشتہ ناکامیوں پر افسوس کرتے رہنے یا اپنے اوپر مایوسی کا رنگ پیدا کرنے سے کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔

علم دوست سوسائٹی اور پالیسی کی ضرورت

صاحبزادہ خورشید گیلانی

اس راز سے کسی کو ضرور پردہ اٹھانا چاہئے کہ جس امت کو گھٹی ہی "اقراء" کی دی گئی اس پر ایک وقت ایسا بھی آگیا ہے کہ اقوام عالم کی صف میں وہ سب سے کم تعلیم یافتہ بن چکی ہے حالانکہ جس دور کو یورپ والے اپنے زعم باطل میں "ازمنہ مظلمہ" یعنی (Dark Ages) کہتے ہیں وہ عہد علم اور علم پروری کے اعتبار سے تاریخ کا نہایت روشن اور زریں عہد تھا اور اصل واقعہ یہ ہے کہ یورپ کے لئے وہ درو "تاریک دور" تھا۔ نہ ان کے ہاں صحت و صفائی تھی نہ مکتب و مدرسہ، نہ علم و فن اور نہ کتاب و قلم، نہ ذوق مکالمہ اور نہ لائبریری، یورپ پر یا تو مذہبی برہمن مسلط تھے یا پھر سیاسی ہنومان، اور دونوں فکر دشمن اور علم کش۔ اس زمانے میں سائنسدان آگ میں جلائے گئے جیلوں میں ڈالے گئے سربازار رسوا کئے گئے پابجولاں ہوئے، علم، سائنس اور روشنی طبع کی کھلے عام توہین اور تذلیل کی گئی، نابغہ روزگار عبقری لوگوں کو تیسرے درجے اور اوسط سطح کے مذہبی پادریوں کے سامنے مجرم کے طور پر کھڑا کیا گیا اور ان سے جان کے بدلے معافی کے پروانوں کی طلب کی گئی، گویا جہالت اور جاہلیت کا ایک عفریت تھا جو چار سو عریاں ناچ رہا تھا، یہ ہے پانچویں صدی عیسوی سے چودھویں صدی عیسوی تک کا زمانہ۔ آج کا رشک ارم پیرس اس دور میں کیچڑ کا ڈیو تھا۔ آج کا چھچا تا لندن اس زمانے میں تاریکی کا گہوارہ تھا اور آج کا ماڈل سٹی برلن اس عہد میں فضلے اور کوڑے کا مسکن تھا۔ تعصب اور پراپیگنڈے کی بات نہیں تاریخ کی شہادتیں ان کوائف کو بیان کر رہی ہیں۔ اس دور میں اگر سارے برطانیہ کی کتابیں جمع کی جائیں تو ان کی تعداد شائد مسلمانوں کے ایک مصنف کی کتابوں کے برابر نکلے گی جیسے امام غزالیؒ اور ابو حیانؒ ہیں۔ ان میں سے ایک ایک کے قلم نے پانچ پانچ سو تصنیفات لکھی ہیں۔

بغداد، قرطبہ، غرناطہ، اور طلیطلہ کی لائبریریاں علمی دنیا میں افسانوی شہرت کی حامل ہیں۔ یہ سب مسلمانوں کے حسن ذوق اور انتخاب کا مظہر تھیں۔ ایک ایک شہر میں بیسیوں مدارس اور درجنوں

لائبریاں تھیں اور لائبریری میں ہزاروں اور لاکھوں کتابیں اور اشتیاق علم ذوق مطالعہ کا یہ عالم تھا کہ لوگ حج کے سفر پر نکلتے مگر اثنائے راہ کسی لائبریری میں پہنچتے تو علم میں اس قدر کھو جاتے کہ حج اگلے سال کے لئے ملتوی کر دیتے۔ ابن رشد اور ابن جوزی جیسے لوگوں کے بارے میں آتا ہے کہ بلوغت کے بعد مطالعے کا ناغہ صرف اسی دن یا رات کو ہوا جب وہ فوت ہوئے ورنہ شادی ہو یا غمی' زلزلہ ہو یا طوفان' سردی ہو یا گرمی' صحت ہو یا بیماری' ان کا کتاب سے رشتہ استوار رہا۔ البیرونی کے بارے میں آتا ہے کہ وقت نزع بھی عیادت کو آئے ہوئے ایک عالم سے میراث کا ایک مسئلہ سمجھ رہے تھے۔ عالم نے کہا کہ یہ سمجھ کر آپ نے کیا لینا ہے؟ البیرونی بولے "کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اس بات میں جاہل ہو کر مروں؟ ابھی وہ عالم اٹھ کر اسی محلے میں اپنے گھر نہیں پہنچے تھے کہ انہیں البیرونی کی موت کی اطلاع مل گئی۔

یہ باتیں نہ کہانیاں ہیں اور نہ افسانے۔ تاریخی حقائق ہیں اور علم دوستی کا ناقابل تردید ثبوت۔ ہارون اور مامون کا دور علم پروری کا دور سمجھا جاتا ہے۔ اسی عہد میں یونان و ایران کا علمی ذخیرہ عربی زبان کے ذریعے مسلمانوں میں منتقل ہو رہا تھا مگر فرانس کا بادشاہ شارلیمان ٹھیک انہی دنوں ابھی اپنا نام لکھنے کی مشق میں مصروف تھا مگر یہ حادثہ وقت ہے کہ مامون و ہارون کے جانشین آج ناخواندہ اور فرانس کی شرح تعلیم صد فی صد ہے۔ خدا گواہ ہے کہ میرے آج کے کالم کا ہرگز یہ مقصد نہیں کہ مغرب سے اپنی جہالت کا بھونڈے انداز سے انتقام لیا جائے بلکہ مطلوب یہ ہے کہ اس کوتاہی کا ازالہ ہونا چاہئے کہ علم پرور امت اور علماء نواز ملت آج علم دشمن اور تعلیم گریز قوم کیوں بن چکی ہے؟ جب سے ڈاکٹر عطاء الرحمان وزیر بنے ہیں چونکہ ان کا میدان سائنسی علوم ہے اس لئے وہ اس باب میں بہت لگن اور محنت کا مظاہرہ کر رہے ہیں اور بالخصوص انفریشن ٹیکنالوجی کو "فرمان امروز" سمجھ کر اپنی ترجیحات میں سرفہرست رکھے ہوئے ہیں اور جنرل مشرف بھی تعلیم کو اپنی ترجیحی فہرست میں شامل کرنے کا عزم اور وعدہ کر رہے ہیں تو یہ مقام مسرت ہے ورنہ ہماری تمام حکومتیں چمڑے کی جیکٹ' فرنچ کوٹ' میکڈونلڈ کے برگر' سوئزرلینڈ کی گھڑی اور فرانس کے پرفیوم کو تعلیم

کے مقابلے میں بہت زیادہ اہمیت دیتی رہی ہیں اور سمجھتی رہی ہیں کہ ہمارے قومی زوال کا اصل سبب شاید یہی ہے کہ ہم ان باتوں میں دنیا سے پیچھے رہ گئے ہیں۔

یہ بات حیران کن سے زیادہ وجہ ندامت ہے کہ پورے عالم اسلام میں 350 یونیورسٹیاں ہیں یعنی 56 ممالک کی مجموعی جامعات جب کہ اکیلے جاپان میں ایک ہزار یونیورسٹیاں ہیں۔ پاکستان میں سالانہ پی ایچ ڈی پچاس کی تعداد میں نکلتے ہیں جب کہ بھارت میں یہ تعداد ایک ہزار ہے۔ اگر آبادی کا حساب بھی لگایا جائے تو بھارت ہم سے تقریباً سات گنا بڑا ملک ہے تو وہاں ساڑھے تین سو پی ایچ ڈی سالانہ شرح سے ہونے چاہئیں مگر ایک ہزار ہیں اس کا مطلب ہے کہ بھارت میں نسلی تعصب' فرقہ وارانہ عصبیت اور دیگر معاشرتی و سماجی رسوم کے باوجود وہاں علم دوست پالیسیاں بہتر عمل معلوم ہوتی ہیں اور ہمارے ہاں علم دوست سوسائٹی اور پالیسی بنانے کی شاید ضرورت ہی محسوس نہیں کی گئی۔

بھوٹان اور بنگلہ دیش کی شرح تعلیم ہم سے زیادہ ہے حالانکہ وہاں آبادی غربت' سیلاب اور طوفان کے مسائل ہم سے بڑھ کر ہیں۔ حال ہی میں امریکہ میں الیکشن ہوئے۔ ڈیمو کریٹک امیدوار مسٹر الگور نے جو منشور پیش کیا ہے اور جس کی قدرے پذیرائی بھی ہوئی ہے اور ری پبلکن جارج بش کو بڑا سخت مقابلہ درپیش ہوا ہے ورنہ تو بش یقینی طور پر کامیاب تھے اس لئے کہ ڈیمو کریٹک کلنٹن دوبار صدر بنے۔ ان کے سکینڈلز نے ڈیمو کریٹس کی پوزیشن مجروح کی مگر پھر بھی الگور قریبی اور سخت حریف نکلے ہیں اس کا سبب ان کے منشور کا وہ حصہ ہے جس میں انھوں نے امریکی عوام کو خوش خبری دی تھی کہ میں اپنے دور صدارت میں تعلیم کو سب سے زیادہ ترجیح دوں گا اور میری کوشش ہو گی کہ آئندہ پانچ برسوں میں پورا امریکہ "پوسٹ گریجویٹ" ہو جائے یعنی امریکہ جیسا خواندہ ملک جس کے کار واشر سے لے کر پٹرول پمپ کے سیلزمین تک سب پڑھے لکھے ہیں آج بھی اس کے نزدیک تعلیم سرفہرست ہے اور ایک ہم ہیں کہ ایک چوتھائی قوم اوٹے پوٹے حساب سے پڑھی لکھی ہے اور ہم ابھی سے تعلیم سے اکتائے ہوئے مگر بود و باش سے قرون وسطیٰ

کے شہزادے اور امریکیوں کے ہم پلہ ماڈرن نظر آنے پر تلے ہوئے ہیں' کس قدر ذہنی پستی اور عملی انحطاط ہے؟

ہمارے نزدیک مسئلہ صرف اعداد و شمار کی رو سے تعلیم یافتہ ہونا یا کہلانا اور محض سکولوں اور کالجوں کا جال بچھانا نہیں بلکہ اصل انقلاب تو یہ ہے کہ ہمارا ملک ہماری سوسائٹی اور ہماری حکومت علم دوست بن جائے۔ تعلیم کے عام کرنے سے پہلے علم کا وقار بحال کیا جائے اور عالم کی عزت کا کلچر پیدا کیا جائے۔ گریڈ سکیل' گاڑی' بنگلہ' ٹائی' سوٹ' سٹار' رینک اور کلف شدہ کپڑے معیار عزت نہ ہوں بلکہ علم پیمانہ فضل و شرف ہو۔ یہ کیا بات ہوئی کہ ایک عالم تو عمر بھر دال روٹی کی فکر میں رہے اور سرکاری عہدیدار' چوھدری' فنکار' سمگلر' دکاندار اور زمیندار خوش فکرے بھی ہوں۔ خوشحال بھی ہوں' معزز بھی ہوں' لیڈر بھی ہوں اور مست الست بھی۔ ایسی علم دشمن سوسائٹی میں بھلا سکول کالج کیا کریں گے؟ اور کون علم کی طرف لپکے گا؟ ہمیں یورپ کے مائیکل جیکسن' میڈونا اور صوفیہ لارین کی طرف نہیں بلکہ ہیگل' دانتے' رسل' روسو' نیوٹن اور آئن سٹائن کی طرف دیکھنا چاہیئے یا اپنے ہی ماضی میں جھانک کر غزالی و رومی' فارابی و قرطبی اور شاہ ولی اللہ اور اقبال کو ڈھونڈھنا چاہیئے۔ ہم شائد طے کر بیٹھے ہیں کہ ہم ساری عزت صرف بھڑکیلی یونیفارم چمکیلے سوٹ' نفیس ٹائی' اونچے شملے' بھاری تہمد' لمبی کار' وسیع بنگلے' چست پتلون' تنگ قمیض اور جسم کی نمائش سے حاصل کریں گے حالانکہ عزت و عظمت کے مراکز اور منابع دوسرے ہیں جو ہماری نظر میں جچتے نہیں۔ قوموں کی تعمیر سنگ و خشت سے نہیں فکر و فلسفہ سے ہوتی ہے۔ خواہ یونان ہو یا ہمارا ماضی مرحوم' ایران ہو یا روم اور یا پھر آج کا مغرب اور امریکہ۔ یہ علم کے زور پر آگے آئے تھے اور آگے آئے ہیں اور ہماری نشاۃ ثانیہ بھی علم سے ممکن ہے علم کیا ہے؟ نشاۃ افکار اور اخلاق کا بلند ہونا خیر و شر کے فرق سے آگاہ ہونا۔ تسخیر کائنات کا راز پانا۔ تعمیر انسانیت میں اپنا رول ادا کرنا اور کاروان حیات کو سلامتی اور امن کی راہ پر چلانا۔

(بشکریہ نوائے وقت)

سعادت کی راہ

(امام محمد الغزالیؒ)

اللہ سبحانہ و تعالیٰ تمام مخلوقات کی مشابہت سے پاک ہے۔ معاذ اللہ کہ حق تعالیٰ کی حکومت و سلطنت آدمی کی حکومت و سلطنت کے مانند ہو جو آدمی کو اپنے بدن پر حاصل ہے اور اللہ پناہ دے اس بات سے کہ کہا جائے کہ اس کی صفات علم و قدرت وغیرہ انسان کی صفات کی مانند ہوں۔ بلکہ یہ تو ایک شائبہ ہے تاکہ تجھے آدمی کی عاجزی کی قدر اور حضرت حق کے جمال جہاں آراء کا کچھ اندازہ ہو سکے۔ اس کی مثال یوں ہو سکتی ہے کہ کوئی لڑکا ہم سے سوال کرے کہ ریاست و حکومت میں کیا مزہ ہے تو ہم اس سے یہی کہیں گے کہ جو گیند بلا کھیلنے میں ہے۔ اس واسطے کہ نادان بچے کو اس کے سوا کچھ پتہ ہی نہیں اور جو مزہ اسے حاصل نہیں اسے قیاس سے وہ خاک پہچانے گا۔ ہاں اس مزہ کو البتہ پہچان جائے گا جس کا شائبہ اسے حاصل ہو۔ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ حکومت و سلطنت کی لذت کا گیند بلا کی لذت سے کوئی علاقہ و تعلق نہیں۔ بہرحال لذت و خوشی کا نام دونوں پر صادق آ سکتا ہے اور نام کی وجہ سے دونوں یکساں ہیں۔ بہرحال معرفت الٰہی کا جو شائبہ مذکور ہوا اور جو مثالیں بیان ہوئیں انہیں بھی ایسا ہی جان لے اور معلوم کر لے کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقت کو تمام و کمال کوئی نہیں جانتا۔

جو کچھ بیان کیا گیا وہی کافی ہے تاکہ انسان آگاہ ہو جائے اور اس میں اپنی بساط کے مطابق مزید جستجو کا ذوق پیدا ہو۔ اس لئے کہ اس کی سعادت کا ذریعہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور عبادت ہے کیونکہ مرنے کے بعد اسی ذات سے واسطہ پڑے گا۔ اور جس ذات کے پاس ہمیشہ رہنا ہے اسے محبوب رکھنا ہی موجب سعادت ہے۔ اسے جتنا زیادہ دوست اور محبوب رکھے گا اتنا ہی اس کی سعادت میں اضافہ ہو گا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے کہ "جو اہل ایمان ہیں وہ سب سے زیادہ محبت اللہ سے کرتے ہیں" اس لئے کہ محبوب کے دیدار میں لذت اور راحت بہت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی دوستی معرفت اور ذکر کی کثرت سے ہی پختہ ہوتی ہے۔ وجہ ظاہر ہے کہ جو جس کو جتنا زیادہ دوست رکھتا ہے اتنا ہی اس کا ذکر زیادہ کرتا ہے۔ ذکر کے اثرات کا غلبہ کثرت عبادت سے ہوتا ہے اور صحیح طرح

کی عبادت اسی وقت ہو سکتی ہے جب خواہشات سے رشتہ توڑا جائے اور خواہشات اور ہوا و ہوس کا سلسلہ تب منقطع ہوتا ہے جب اللہ کی نافرمانی سے ہاتھ اٹھا کر تسلیم و رضا کا شیوہ اختیار کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنا معبود اور محبوب جان کر صرف اسی کی بندگی یعنی عبادت کرنا غلبہ ذکر کا سبب بنتا ہے اور یہ دونوں محبت کے اسباب ہیں۔ یہ بات اچھی طرح جان لو کہ محبت ہی سعادت اور نیک بختی کا بیج ہے۔ حقیقی سعادت نجات و فلاح کا پالینا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے قد افلح من تزکی O وذکر اسم ربه فصلی O (الاعلیٰ 14-15) "وہ شخص فلاح پاگیا جو ہوا و ہوس سے پاک ہوا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا اور نماز ادا کی" انسان کے لئے تمام خواہشات سے دست بردار ہونا نہ تو ممکن ہے نہ ہی درست۔ کیونکہ آدمی کا کھانا بھی ایک خواہش اور اگر وہ کھانا نہیں کھائے گا تو ہلاک ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر وہ جنسی تعلقات کی خواہش پوری نہیں کرے گا تو نسل منقطع ہو جائے گی۔ معلوم ہوا کہ بعض خواہشات چھوڑنے کے قابل ہیں اور بعض پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اس لئے دونوں قسم کی خواہشات میں تمیز کرنے یا خواہشات کی درست حدود متعین کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ اسی طرح ممکن ہے کہ یا تو آدمی اپنی عقل سے غور و فکر کر کے خود ہی حدود متعین کرلے اور یا پھر اپنے سے برتر کسی ہستی پر اعتماد کرتے ہوئے اس سے ان حدود کی نشاندہی کرالے۔ یہ امر محال ہے کہ آدمی کو بالکلیہ اسکی اپنی تجویز و اختیار کے سپرد کردیں۔ اس واسطے کہ اس پر خواہش غالب ہوتی ہے اور حق پوشیدہ رہتا ہے اور جس چیز سے آدمی کی مراد پوری ہوتی ہو وہ اسے ہر حال میں اچھی نظر آتی ہے اس لئے ضروری ہے کہ اسے خود مختار نہ کیا جائے بلکہ اسے کسی دوسرے کا تابع فرمان رکھا جائے۔ اب ہر کوئی تو اس قابل نہیں ہوتا کہ اس کی فرمانبرداری کی جائے بلکہ اس کے لئے تو کسی بہت بڑے حق شناس اور دور اندیش انسان کی ضرورت ہو گی اور یہ دور اندیشی صرف انبیاء علیہم السلام ہی کو نصیب ہے۔ اس لئے شریعت کی اتباع کرنا اور اس کی حدود کا احترام اور اور اس کے احکامات کا ماننا یقیناً سعادت کی راہ ہے اور یہی بندگی کے معنی ہیں اور جو کوئی بھی شریعت کی حدود سے تجاوز کریگا اپنے ہاتھوں ہلاک ہو جائے گا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ومن یتعد حدود الله فقد ظلم نفسه یعنی جو بھی اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرتا ہے وہ اپنی جان پر خود ہی ظلم کرتا ہے۔

مینارہ نور

(حافظ محمد یاسین)

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ

ترجمہ! "بے شک تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے"

طلوع اسلام سے قبل عرب پشت ہا پشت کی عداوتوں اور خون آشام دشمنیوں کی وجہ سے تاریخ انسانی میں جو شہرت رکھتا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ معمولی سے مسئلہ پر قبائل کی تلواریں میان سے باہر آجاتیں اور پھر جنگ شروع ہوتی تو الامان والحفیظ اور صدیوں تک یہی سلسلہ جاری رہتا تھا۔ ایسے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔

یہ آپ ﷺ کی تشریف آوری کا اعجاز تھا کہ نہ صرف عرب کے متحارب و متصادم قبائل شیرو شکر ہو گئے بلکہ آپ نے دریاؤں اور پہاڑوں کی مصنوعی سرحدوں کو ختم کر کے ایک ایسا عالمی معاشرہ تشکیل دیا جس سے کالے گورے' عربی و عجمی' آقا و غلام کا امتیاز اٹھ گیا' حبش کے بلال' روم کے صہیب' فارس کے سلمان رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ایک خاندان بن گئے اور مکہ کے ابوجہل اور ابولہب دوسرا خاندان۔

عرب کے اس خونریز اور خون آشام خطے میں جہاں برس ہا برس سے تلواریں لہو برسا رہی تھیں آسمان نے یہ عجیب و غریب منظر دیکھا' کہ مکہ کے مہاجر اور مدینہ کے انصاری گلے مل رہے ہیں اور ان کے درمیان مساوات و مواخات کا رشتہ قائم ہو رہا ہے۔

انصار اپنے مہاجر بھائیوں کے لئے اپنی زمینیں اور اپنے مکانات و باغات تک کی تقسیم عمل میں لا رہے ہیں اور جہاں ان کا پسینہ گرتا ہے وہاں اپنا خون گرانے کو تیار ہیں۔ عرب کے اس انقلاب عظیم کا راز اسلام کی ان لازوال تعلیمات میں پوشیدہ ہے' جن پر عمل کر کے اہل ایمان ایک دوسرے کی محبت سے لبریز ہو گئے۔

انسان کامل محسن انسانیت ﷺ نے اسلام کا پیغام عام کیا تو آپ ﷺ نے جس بات کو اپنی

دلیل بنایا وہ یہ تھی۔

فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون

اے میری قوم کے لوگوں میں تم میں اس سے پہلے ایک بڑی لمبی مدت گزار چکا ہوں کیا تمہیں عقل نہیں

مطلب آپ کے فرمانے کا یہ تھا کہ میں تمہارے درمیان کوئی غیر معروف شخصیت نہیں ہوں۔ تم مجھے اچھی طرح جانتے ہو میری چالیس سالہ زندگی تمہارے سامنے ہے تم مجھے صادق اور امین کہہ کر پکارتے ہو میرے روز و شب تمہارے لئے ایک کھلی کتاب کی مانند ہیں میں نے کسی کو دھوکہ نہیں دیا' کسی سے جھوٹ نہیں بولا' غریبوں' یتیموں کے سروں پر دست شفقت رکھا۔ کوئی خطا نہیں' کوئی دغا نہیں' کوئی دھوکہ نہیں' کوئی فریب نہیں' یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ چالیس سال اس طرح گزارنے کے بعد یک لخت بدل جاؤں اور تمہیں غلط راستہ بتاؤں۔

تاریخ بتاتی ہے کہ اہل مکہ کے سامنے یہ دلیل پیش کی گئی تو وہ لاجواب ہو گئے ان میں کسی کو یہ جرات نہ ہو سکی کہ آپ کی زندگی کے کسی گوشے پر انگلی اٹھائے۔ اس انسان کامل کی عظمت کردار کا یہ عالم تھا کہ چاند میں دھبے ہو سکتے ہیں' برگ و گل پر گرنے والی شبنم میں کثافت ہو سکتی ہے' لیکن آپ ﷺ کے قول و عمل میں حرف گیری کی کہیں گنجائش نہیں۔ دوست تو دوست دشمن بھی آپ ﷺ کے خون کے پیاسے' مشن مصطفیٰ ﷺ کو ناکام بنانے کی خاطر' شاہ روم ہرقل کے دربار میں پہنچے اور بھرے دربار میں جب ہرقل نے حضور ﷺ کے بارے میں پوچھا تو ابو سفیان کو اعتراف کرنا پڑا کہ آپ ﷺ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا' قیصر روم نے کہا' اے ابو سفیان! سنو جس نے کبھی بندوں کے بارے میں جھوٹ نہیں بولا' وہ خدا کے معاملے میں کبھی جھوٹ نہیں بول سکتا۔

یہ تھی عظمت کردار کی ایک جھلک' بالاخر دشمن بھی جس کے آگے سر جھکانے پر مجبور ہو گئے' مخالفتوں کے طوفان اٹھے' لیکن جھاگ کی طرح بیٹھ گئے' آندھیاں آئیں لیکن نسیم سحر میں تبدیل ہو گئیں' کانٹوں نے سر اٹھایا' لیکن پھول بن کر خوشبو دینے لگے۔

پورا عرب زیر نگیں ہو گیا اور جو کل تک دشمن جان تھے وہی آپ کے پسینہ پر خون گرانے کے لئے تیار ہو گئے۔ تاریخ نے طرح طرح کے مبلغین، مصلحین، شیریں مقال واعظ، آتش بیان خطیب، بادشاہوں اور حکمرانوں کو ہر دور میں دیکھا۔ جنگجو فاتحین کی داستانیں ہم پڑھتے ہیں۔

انقلابی طاقتیں نگاہوں میں آتی ہیں۔ اخلاقی خوبیوں کے داعی سامنے آتے ہیں جب ہم ان کی تعلیمات ان کے کارناموں اور ان کے پیدا کردہ نتائج کو دیکھتے ہیں تو اگر کہیں خیر و فلاح دکھائی دیتی ہے تو جزوی قسم کی ہے۔

حضور ﷺ کا اصل کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے اپنا اسوہ مقدسہ پیش کر کے پورے کے پورے اجتماعی انسان کی روح کو بدل دیا۔ صبغۃ اللہ کا ایک ہی رنگ مسجد سے لے کر بازار تک، مدرسہ سے عدالت تک، گھروں سے میدان جنگ تک چھا گیا۔ ذہن بدل گئے۔ خیالات بدل گئے، عادات و اطوار بدل گئے، رسوم و رواج بدل گئے، حقوق و فرائض کی تقسیمیں بدل گئیں، خیر و شر کا معیار بدل گیا، حلال و حرام کے اصول بدل گئے، اخلاقی قدریں بدل گئیں، دستور اور قانون بدل گئے جنگ و صلح کے اسالیب بدل گئے، تہذیب و تمدن کے ایک ایک ادارے اور ایک ایک شعبے کی کایا پلٹ گئی۔ اس پوری کی پوری تبدیلی میں ایک سے دوسرے سرے تک خیر و فلاح تھی۔

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

اسوہ محبوب کریم ﷺ ہی میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے ہر آدمی چاہے وہ باپ ہو یا بیٹا، آجر ہو یا تاجر، حاکم وقت ہو یا بھیڑ بکریاں چرانے والا، وہ عابد ہو یا زاہد، رسول اللہ ﷺ کے اسوہ پاک میں ایک انتہائی اعلیٰ اور قابل عمل نمونہ پاتا ہے اور ہر نمونہ میں اتنا حسن ہے کہ اس حسن میں ڈوب جانے کو جی چاہتا ہے۔ (ماخوذ از خطباب مقبول)

FALAH-E-ADMIAT

Registerd CPL No. 491

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

صداقت — اللہ — محبت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل
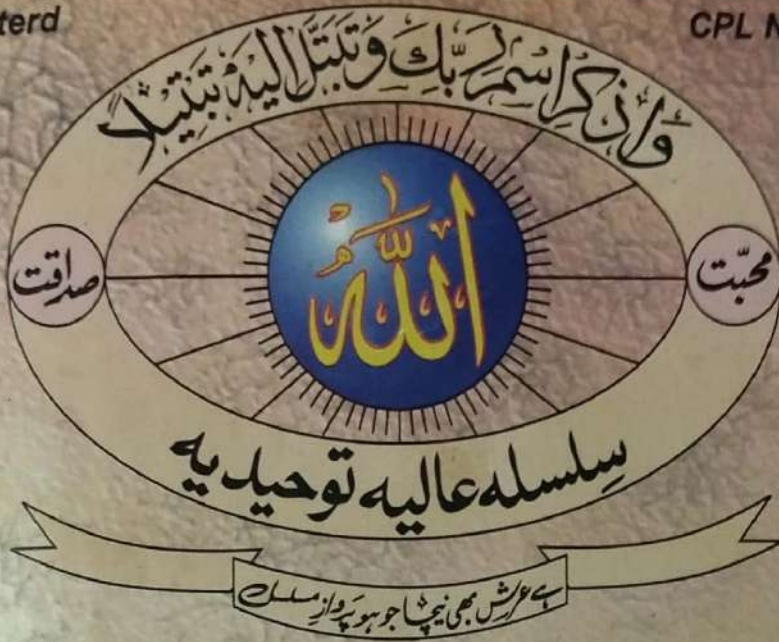
بانی سلسلہ کی تصانیف

"چراغ راہ" خواجہ عبدالحکیم انصاری" سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے سالانہ اجتماعات پر مریدین کی تربیت اور راہنمائی کے لئے جو خطبات ارشاد فرماتے رہے یہ کتاب ان کا مجموعہ ہے اس میں نئے سلسلہ کے قیام کے اغراض و مقاصد تفصیل سے درج کرنے کے علاوہ راہ سلوک کے پیچ و خم، نشیب و فراز اس میں پیش آنے والی رکاوٹیں اور پیدا ہو جانے والی غلط فہمیاں بیان کر دی گئیں ہیں اور صدیوں سے حل طلب روحانی گتھیوں کو سلجھانے کے لئے ایسے ایسے نادر نکات بیان کئے گئے ہیں کہ یہ گیارہ خطبات ملت اسلامیہ کے لئے درس حیات اور سالکین کے لئے منارہ ہائے نور کی حیثیت رکھتے ہیں وہ خصوصی مسائل جن پر روشنی ڈالی گئی ہے یہ ہیں۔

☆ سلوک و تصوف میں اپنے ذاتی تجربوں اور تحقیق کا بیان۔
☆ مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور میں کیسے کیسے فقیر ملے اور مرشد سے ملاقات کا حال۔
☆ ہمارے زوال میں امرا علماء اور صوفیاء نے کیا کردار ادا کیا؟
☆ علماء ظاہر اور اہل روحانیت صوفیاء کے اصلاح کے طریقوں میں کیا فرق ہے۔
☆ قوم میں تصوف خفتہ اور تصوف بیدار کے اثرات کیا ہوتے ہیں؟
☆ تصوف کی اہمیت اور انسان کی زندگی پر اس کے اثرات۔
☆ عقل صمیم، عقل سلیم اور قلب سلیم کیا ہیں اور ان سے ہمیں کیا ملتا ہے۔
☆ یوگا، ہپناٹزم اور مسمریزم کی حقیقت اور انکے مقابلہ میں اسلامی روحانیت کی برتری اور فضیلت
☆ کرامات کی طاقت کس طرح حاصل ہوتی ہے اور کشف کیونکہ ہوتا ہے؟
☆ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی؟